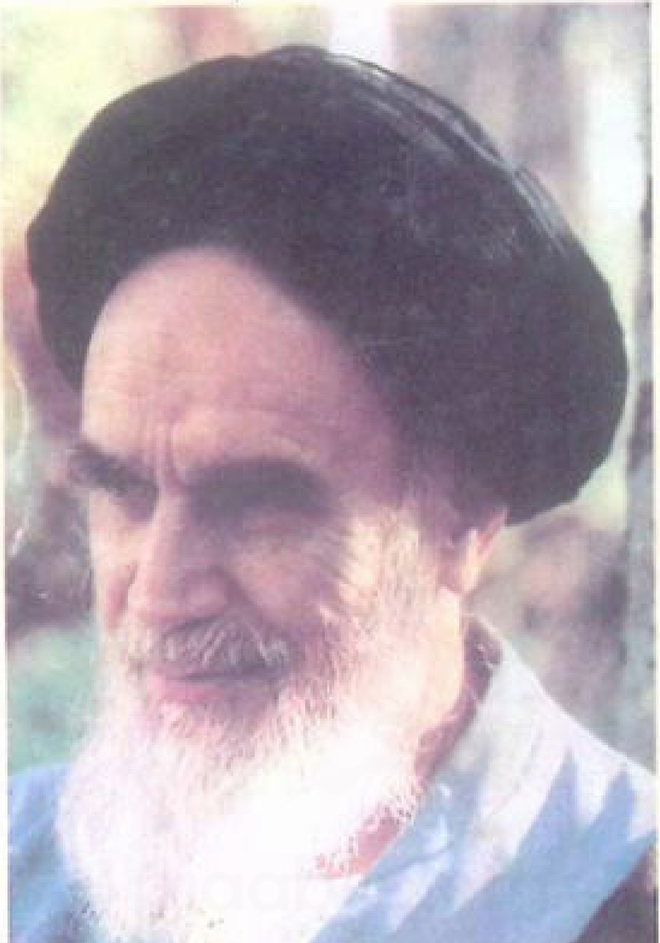
حیاتِ امامِ خمینی



مرتبہ
رجب علی مرزوعی

حیاتِ امام خمینی

مُرتّبہ

رجب علی مزروعی

مترجم: سیّد عطا محمد عابدی

نام کتاب	———	حیات امام خمینی
مرتبہ	———	رجب علی مزروعی
مترجم	———	سید عطا محمد عابدی
ناشر	———	ادارۂ احیاء تراث اسلامی
تعداد	———	۳ ہزار
سن طباعت	———	ستمبر ۱۹۸۷ء، یکم محرم ۱۴۰۸ھ

قیمت

۱۵/- روپے

ملنے کا پتہ

احمد بک سیلرز و اسٹیشنرز

اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز

۱۸/۳۰ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

فون : ۶۸۴۹۲۲۳

عرض ناشر

چند برس قبل ایک امریکی جریدے میں شائع ہونے والے ایک مقالے میں رہبر کبیر انقلاب اسلامی ایران کو مین آف دی ایئر (MAN OF THE YEAR) کے خطاب سے نوازا گیا تھا اور فاضل مضمون نگار نے مقالے میں رہبر کبیر کی قائدانہ صفات اور روحانی صفات کو اجاگر کیا تھا۔

گو اس مقالہ میں ان کی خوبیاں اجاگر کی گئی تھیں لیکن عالم اسلام بالخصوص مومنین کے لئے یہ امر باعث مسرت ہرگز نہیں ہو سکتا چونکہ جناب آیت اللہ روح اللہ موسوی اس صدی کی نمائندہ شخصیت ہیں اور کسی خاص وقت کے لئے ان کی شخصیت کا اعتراف کرنا اہل ایمان کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتا۔

جناب آیت اللہ خمینی اس صدی میں مسلمانوں کے لئے روشنی کی کرن ہیں اور یہ روشنی سارے عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہے جس سے بلا تفریق ہر مسلمان استفادہ کر سکتا ہے۔

ادارہ جناب رجب علی مزروعی کا ممنون و مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کو مرتب کیا اور جناب سید عطا محمد عابدی کا جنہوں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا۔

ناشر

ادارۂ احیاء تراث اسلامی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

امام خمینی نے قم میں تدریس کے دوران شاہ ایران کے خلاف علی الاعلان مخالفت و مقابلہ سے قبل ایک انتہائی بنیادی کام یہ کیا کہ جو متقی علما اور مردانِ روحانی آنجناب کے درس سے استفادہ فرماتے تھے اُن کی تربیت فرمائی۔ آپ نے سالہا سال بہ نفسِ نفیس اپنے ان شاگردوں اور متعلّمین کی اس انداز اور نہج سے تربیت فرمائی کہ انہوں نے انقلابِ اسلامی میں اہم ترین نقوش چھوڑے ہیں، امام خمینی کی جلاوطنی کے زمانے میں آپ کے یہی شاگردانِ رشید تھے کہ جنھوں نے اپنے کاندھوں پر علمِ انقلاب اُٹھایا ہوا تھا اور آپ کے پیغام کو مسلمانانِ ایران تک پہنچا رہے تھے۔ آپ کا یہ عمل جو کھوکھلے نعروں اور سیاسی ہاؤ ہُو سے یکسر خالی تھا،

اسلامی انقلاب میں اہم ترین نقش ہے ، امام خمینی بہ ظاہر درس دیتے تھے اور طلبا علم حاصل کر رہے تھے مگر درحقیقت آپ کی یہ تدریس اس صدی کے سب سے بڑے انقلاب کی بنا رکھنے والی تھی اور اس مدرسہ کے طلباء و مدرس ہی تحریک و اسلامی اور استعماری و سامراجی مخالفت کو وجود میں لانے والے تھے ۔

امام خمینی نے اپنے تربیت کردہ شاگردوں، جیسے آیتُ اللہ منتظری، آیتُ اللہ مطہری ، آیتُ اللہ سعیدی ، آیتُ اللہ بہشتی ، آیتُ اللہ مشکینی اور حجتُ الاسلام رفسنجانی و حجتُ الاسلام خامنہ ای وغیرہم کے ذریعہ ملک میں اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھی ۔ اگرچہ آپ بظاہر دوران تدریس مبارزت میں موجود نہ تھے اور کھلم کھلا سیاسی میدان میں نظر نہیں آتے لیکن امام خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" جو ۱۳۲۰ ہجری شمسی میں چند سال بعد تحریر کی گئی ہے آپ کے بلند اور انقلابی افکار کی نشاندہی کرتی ہے ۔

امام خمینی بہت سی وجوہات کی بنا پر ۱۳۴۱ ہجری شمسی تک علی الاعلان میدانِ جہاد میں نہیں اترے ، بلکہ زیادہ تر آپ کی توجہات ایسے عالموں کی تربیت پر مرکوز تھیں جو ملک و ملت

کے خادم اور مشفق ہوں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امام خمینی نے ایران کی ہم عصر تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح جان لی تھی کہ ایران میں کوئی تحریک اس وقت تک پھل پھول نہیں سکتی تا وقتیکہ کوئی دینی قابلِ تقلید شخصیت اس کی رہنمائی و ہدایت نہ کرے یہی وجہ ہے کہ آپ جب تک مقامِ تقلید پر فائز نہ ہو گئے اس وقت تک میدانِ مبارزہ میں قدم نہیں رکھا۔ یہ امر آپ کی تاریخی بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے جو ایک محکم و استوار تحریک کے آغاز کے لئے ایک مرد مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ بروجردی کی وفات، مراجعیت کی شرائط اور ایران کی داخلی شرائط و حوزۂ علمیہ کی شرائط کی تکمیل کے بعد یہ امر مشاہدہ میں آیا کہ آپ علانیہ طور پر میدانِ مُبارزت میں قدم جمائے ہوتے ہیں اور شاہ کی رژیم کے خلاف ایرانی مسلمانوں کی رہنمائی و رہبری فرماتے ہیں۔ آغازِ تحریک سے تاحال آپ کے تقریباً ۲۷ سال مبارزات کی تشریح کے لئے حوصلہ و ہمت کی ضرورت ہے اور بالیقین کئی ضخیم کتابوں کی متقاضی ہے باوجودیکہ بیشتر مورخین نے کوشش کی ہے کہ ان مُبارزت کو قلمبند کریں لیکن اب تک کوئی جامع تاریخ نہیں لکھی گئی جو امام خمینی کے

مبارزہ کی تاریخ پر مبنی ہو۔ اس موضوع پر مفصل اور بہترین کتاب جو معرضِ تحریر میں آئی ہے اور جسے امام خمینی کے ایک معتقد واتباع کنندہ سید حمید روحانی نے مرتب کیا ہے منظرِ عام پر آئی ہے اس کتاب کا نام ہے "بررسی وتحلیلی از نہضت امام خمینی" فارسی زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے اور دلچسپی رکھنے والوں کے لئے قابلِ توجہ ہے۔ اس کتاب میں مبارزہ کے آغاز سے لے کر ۱۳۴۹ھ شمسی تک کے حالات وحقائق تحریر کئے گئے ہیں اور مُصنّف نے وعدہ فرمایا ہے کہ بعد کی جلدوں میں بقیہ مُبارزات جو اہلِ ایران نے امام خمینی کی رہنمائی میں کئے ہیں تحریر کرے گا۔

ان دونوں جلدوں سے امام خمینی کی زندگی کے حالات ماخوذ ہیں جو آپ کے مبارزات کی شرح وتفصیل کے بغیر نامکمل ہوں گے لہٰذا یہ طے کیا کہ انتہائی مختصر طور پر اور فہرست وار اہلِ ایران کے مبارزہ اور حضرتِ امام خمینی کی رہبری ورہنمائی کی تشریح وتوضیح آغاز مبارزہ سے لے کر انقلابِ اسلامی کی کامیابی تک معرضِ تحریر میں لائی جائے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ متذکرۂ بالا موضوع انتہائی تلخیص کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو صرف تاریخ مبارزہ کی حسّاس بلندیوں کو اپنے دامن میں سموتا ہے اور جس کے اوّلین ہدفِ مبارزہ

میں امام خمینی کی رہبری کے طریقۂ کار کی نشاندہی کرنا ہے اور جو لوگ مبارزہ کے اجراء اور اس کے حدود سے واقف ہونا چاہتے ہیں وہ مسلمانانِ ایران کے مبارزہ کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔

اُمید ہے کہ یہ مجموعہ اُن حضرات کے لئے انتہائی مفید تحفہ ثابت ہوگا۔ جو انقلاب اسلامی کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اپنے ممالک میں انقلاب اسلامی کے پیرو و داعی بننا چاہتے ہیں۔

رجب علی مزروعی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادت

امام خمینی ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۰ھ قمری کو شہرستان "خمین" میں پیدا ہوئے یہی دن اسلام کی بانوئے بزرگ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کا دن بھی ہے۔

آپ کے والد بزرگوار آیت اللہ شہید سید مصطفیٰ موسوی جلیل القدر عالم سید احمد موسوی کے لائق فرزند تھے اور ایک قول کے مطابق "عبقات الانوار"[۱] کے مصنف کے معزز خاندان سے

---

[۱] عبقات الانوار کے مصنف مرحوم حامد حسین ہندی نیشاپوری موصوف مرحوم کے باوقار خاندان کی اکثریت لکھنؤ میں قیام پذیر ہے۔ اس عالم جلیل القدر کے بارے میں کتاب "فوائد الرضویہ" میں تحریر ہے۔ سید اجل علامہ، فاضل متقی، انتہائی فہیم، محقق، آیت اللہ فی العالمین مختصر یہ کہ آنجناب کی ہستی آیات الٰہی اور شیعہ اثنا عشری کی حجتوں میں سے ایک ہے۔ جو شخص بھی آپ کے دُربارِ قلم سے تحریر کردہ کتاب مستطاب "عبقات الانوار" کا مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ علم کلام میں بالخصوص امامت کے مبحث پر صدر اسلام سے اب تک کسی نے اس اسلوب پر گفتگو نہیں کی ہے اور نہ کسی نے اس نہج پر کتاب تصنیف کی ہے۔ سید صاحب کا ۱۳۰۶ھ میں انتقال ہوا اور اپنے اجداد طاہرین سے جا ملے۔

فوائد الرضویہ ص: ۹۲-۹۱

تعلق رکھتے تھے ۔ سید احمد موسوی مرحوم نجف اشرف میں قیام پذیر تھے وہ ایک نیکوکار اور بزرگ آدمی یوسف خاں کمرہ ای کی دعوت و درخواست پر جو آستانۂ مقدس کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے اہالی خمین کی پیشوائی و رہبری کے لیے ان کے ساتھ رہ گئے! اور یوسف خاں مرحوم کی لڑکی سے شادی کی ۔ آپ کی اولاد میں سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا زندہ رہے، جن کے نام " صاحبہ " اور " مصطفیٰ " ہیں ۔ سید مصطفیٰ مرحوم نے میرزا شیرازی کے عہد میں نجف اشرف اور سامرا میں تعلیم حاصل کرکے خود کو اپنے ہم عصر علماء و مجتہدین کی صف میں شامل کرایا نجف اشرف سے وطن واپس آنے کے بعد خمین اور اس کے گرد و نواح کی پیشوائی اور سربراہی کے عہدہ پر فائز ہوئے ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۰ قمری کو خمین و اراک کے درمیان چند سامراجی شرپسندوں نے آپ کو کمر اور کاندھے پر گولیاں مار کر شہید کر دیا آپ کی میت کو نجف اشرف لے جا کر دفن کیا گیا ۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی ۔

آیت اللہ شہید مصطفیٰ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں ۔ آپ کے بیٹوں کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

۱۔ سید مرتضیٰ (پسندیدہ کے نام سے مشہور) جلیل القدر عالم اور قم میں اقامت گزین ہیں۔

۲۔ سید نورالدین جو تہران کے معزز و محترم اشخاص میں سے تھے شعبان ۱۳۹۶ھ میں وفات پاگئے۔

۳۔ سید روح اللہ (امام خمینی) مرحوم کے آخری فرزند ہیں امام خمینی کی والدہ ماجدہ بانو ہاجر مرحومہ خاندانِ علم و دانش و تقویٰ کی ایک فرد تھیں، آپ کے والد ماجد حضرت آیت اللہ مرزا احمد مرحوم علماء و مدرسین میں اعلیٰ مقام و مرتبت کے حامل تھے۔ بلکہ کربلا و نجف کے بعض اساتذۂ فنون و معارف نے آپ کے آستانۂ علم پر جبہ سائی کی ہے اور شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے۔

بانو ہاجر مرحومہ کے تین چچا کے اسماءِ گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ آخوند ملا محمد جواد

۲۔ آقا نجفی ملایری

۳۔ آقا شیخ فضل اللہ

مرحومہ کے چار بھائی جن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حاجی میرزا محمد مہدی

۲۔ میرزا عبدالحسین

۳۔ حاجی میرزا زین العابدین

۴۔ آقا حبیب

مندرجہ بالا تمام حضرات علمائے دین میں سے تھے اور بعض دینی مذہبی پیشوائی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

آیت اللہ سید مصطفیٰ مرحوم کے شہید کئے جانے کے بعد آپ کی عظیم المرتبت بہن سرکار عالیہ بانو صاحبہ "مرحومہ نے اپنے شہید بھائی کے گھر قیام پذیر ہو کر مرحوم کے خورد سال بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ آپ کے اوصاف و خصائص حمیدہ کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے مگر افسوس اس مقام پر ان کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اس لائق ہے کہ الگ ایک کتاب تحریر کی جائے۔

امام خمینی پانچ ماہ کی عمر سے اپنی پیاری پھوپھی (ربانو صاحبہ) اپنی مادرِ گرامی بانو ہاجر کی زیر سرپرستی آرام و راحت سے رہے اور ان دونوں پرہیزگار خواتین کی آغوش مبارک میں پرورش پائی، ساتھ ہی ساتھ آپ کے لئے مخصوص ایک دایہ "ننہ خاور" بھی تھی جو آپ کی دیکھ بھال اور پرورش و پرداخت میں خصوصی طور پر کوشاں رہتی تھی۔

فطرت کی چیرہ دستی

فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ زمانہ کے ذہین ودانشمند افراد پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ رہتی ہے' ــــــ اور ہمیشہ ان کو جانگسل محرومیوں مصائب آلام اور طرح طرح کی پریشانیوں اور اُلجھنوں میں مُبتلا کرتی رہتی ہے، لیکن یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ یہ جبرِ فطرت فلسفۂ آفرینش اور رازِ خلقت کے برخلاف نہیں ہے اور حکمت ومصلحت سے خالی نہیں۔ جیسا کہ تاریخ اسلام کے انقلابی چہرہ حضرت علی علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے۔

"خداوندعلیم مردانِ جری کو فتنہ میں ڈالتا ہے اور اس طرح اُن کے روحانی جوہر کی آزمائش کرتا ہے۔ تاکہ پتہ چلے کہ بُردبار اور صابر کون ہے اور یہ کہ پرہیزگار اور پاکدامن کون ہے؛ تاکہ بندہ کو محشر کے دن خداوندِ عالم پر کسی قسم کی حجت نہ ہو۔ اور کوئی

شخص بھی بغیر پوچھ گچھ کی آزمائش کے ایک قدم نہ بڑھ سکے"۔[1]

ہاں زمانہ کے مردانِ جری ہمیشہ رنج و تعب، تنہائی، بیگانگی، بیکسی اور فتنہ و آشوب سے جنگ کرتے ہوئے یہ کڑوے کسیلے گھونٹ پیتے رہے ہیں، تاکہ مسلسل جدوجہد کرتے رہیں اور پختہ کار و تجربہ کار بن جائیں، اور اس لئے بھی کہ استادِ تقدیر اور معلّم روزگار کے ہاتھوں ان کا جوہرِ ذات و وجود نکھر جائے اور اُن کی پُر آشوب زندگی میں جو شدائد و مصائب اور ناسازگار حالات و واقعات درپیش آئیں، تو وہ ان میں تحمل و بُردباری اور استقامت کے اظہار کے لئے آمادہ ہوں۔

امام خمینی بھی طبیعت و فطرت کے اس راز اور فلسفہ سے مستثنیٰ نہ تھے اور جیسا کہ پہلے تحریر کیا جاچکا ہے کہ آپ اپنی ولادت کے ابتدائی مہینوں ہی میں اپنے مشفق و مہربان والد کے سایۂ عاطفت اور ہمیشہ کے لئے اپنے والدِ گرامی کی زیارت سے محروم ہوگئے اور پندرہ سال سے زیادہ نہیں گذرے تھے کہ زمانہ

---

[1] سخنانِ علیؑ - مترجم جوّاد فاضل صفحہ ۱۸۳

کج رفتار نے دوبارہ آپ کی غمگین و آزردہ رُوح پر ایک نیا زخم لگایا کہ آپ کی گرامی قدر پھوپھی بانو "صاحبہ" جو آپ کی تربیت و پرورش کا اہم فریضہ ادا کر رہی تھیں، اور ایک فداکار مونس و غم خوار، دلسوز سرپرست، محکم پناہ گاہ اور درحقیقت ایک مشفق باپ کی طرح پیش آ رہی تھیں، اچانک ۱۳۳۶ ہجری میں انتقال فرما گئیں جس کی بنا پر آپ کے قلبِ حساس پر ایک مرتبہ پھر درد و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اور آپ کی غم زدہ رُوح کو اور بھی آزردہ اور اندوہگیں کر گیا۔ اور ابھی کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ آپ کی مرد آفرین والدہ ماجدہ بانو ہاجر بسترِ علالت پر دراز ہو کر مرض الموت میں مُبتلا ہو گئیں اور آپ کی عمر کا چراغ بادِ اجل کے تُند و تیز جھونکوں سے ۱۳۳۶ھ ق میں گُل ہو گیا، آپ کی وفات حسرت آیات سے امام خمینی کی رنج و حسرت سے پُر زندگی کا غنچۂ ناشگفتہ مرجھا کر اور ٹھٹھر کر رہ گیا، آپ کی حساس اور پُر ہیجان فطرت کا نہال سرسبز و نورس حوادثِ روزگار کے زبردست تند و تیز تھپیڑوں میں پروان چڑھا۔

لیکن یہ ناگہانی رنج و مصائب اور جانگسل انبوہ و شدائد بھلا کب اس کے کہ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیتے، اور دریائے ناکامی

ونامرادی کی بپھری ہوئی موجیں ناامیدی وشکست میں غرق کردیتیں اور ہمیشہ کے لئے دوسروں کا محتاج، عملی زندگی میں پسماندہ اور مفلوج وطفیلی بنادیتیں' ایک تجربہ کار اور طاقتور انسان بنادیا۔ آپ کی غمزدہ رُوح اور جانِ ناتواں کو گرمی وحرارت بخشی اور آپ کی زندگی کے تانے بانے اور تاروپود کو مضبُوط سے مضبُوط تر بنادیا۔

اگرچہ امام خمینی اپنے ان پیاروں کی جُدائی کی بنا پر ہر چند رنج وغم اور ناکامیوں اور ناہمواریوں سے دوچار ہوئے۔ مگر آپ نے شکست تسلیم نہیں کی۔ اور سیلِ حوادث کی زد میں رہنے کے باوجود آپ نے جُھکنا پسند نہیں فرمایا اور نہ آپ کے قدم اکھڑے بلکہ انتہائی دلیری، استقامت اور اپنی ذات پر مکمل اعتماد کے ساتھ ترقی وکمال اور علم ودانش کے حصول میں مشغول رہے۔

حصولِ کمال کی منزل میں

امام خمینی نے جو کہ صاحب فہم و شعور اور فطری صلاحیتوں سے مالا مال تھے، بچپن ہی سے پڑھائی کا آغاز کیا۔ اور اپنے ہی گھر کے اندر مرزا محمود نامی اُستاد سے لکھنا پڑھنا شروع کیا، بعد میں مکتب میں داخل ہوئے اور اسی مکتب کے استاد مُلّا ابوالقاسم سے تعلیم حاصل کی اور ایک دوسرے اُستاد شیخ جعفر سے بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اسی زمانہ میں ایک نئے مدرسہ میں جو اس وقت نیا نیا کُھلا تھا، داخلہ لیا۔ اور آقا حمزہ محلاتی (ماہر خطاط) سے فنِ خطاطی سیکھا اور پندرہ سال سے قبل ہی فارسی علوم و ادب میں کمال حاصل کیا۔ اور اب اساتذہ کی رہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس وقت آپ علوم اسلامی کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے

اور اپنے برادر بزرگوار حضرت آیت اللہ سید مرتضیٰ پسندیدہ سے صرف ونحو اور منطق کا درس لیا۔ اور ۱۳۳۸ق تک آپ نے ان ہی کی درس گاہ میں ان علوم کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد آپ کا ارادہ ہوا کہ حوزۂ علمیہ اصفہان میں تعلیم حاصل کریں کہ حوزۂ علمیہ اراک کے دل انگیز روحانی نغمہ نے اپنی طرف مائل کیا۔ جس کے راس الرئیس مرحوم حاجی شیخ عبدالکریم حایری یزدی تھے، اور آپ ۱۳۳۹ق میں اراک پہنچ گئے۔ اور اساتذۂ فن سے ادبیات کی تحصیل میں مشغول ہوگئے ۱۳۴۰ق میں مرحوم آیت اللہ حایری نے حوزۂ علمیہ اراک کو شہر قم میں منتقل کردیا۔ آپ بھی جب کہ آپ نے ابھی کتاب مطول کا آغاز ہی کیا تھا قم تشریف لے آئے اور "دارالشفاء" نامی مدرسہ میں قیام فرمایا اور قم کے نو اس حوزہ علمیہ میں انتہائی جد وجہد کے ساتھ تحصیل علوم میں مصروف رہے اور رات دن کی مساعیِ جمیلہ اور جد وجہد سے اس مقام پر پہنچے کہ ۱۳۴۵ق تک آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے مرحوم حاجی شیخ عبدالکریم حایری کے درس میں شامل ہوئے اور اس عظیم المرتبت استاد کے حضور اپنے علمی مراتب

اور فقہی و اصولی بنیادوں کو محکم اور پایۂ تکمیل تک پہنچا کر درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ اور جب کہ آیت اللہ حائری کا ۱۳۵۵ق میں انتقال ہوا تو آپ اپنے استقلال و عالی مرتبت ہونے کی بنا پر نمایاں مجتہدین اور علمی نوابغ کی صف میں شامل ہوگئے اور ہمیشہ حوزۂ علمیہ قم کے آسمانِ علم و فضیلت پر ستارۂ درخشاں کی طرح چمکتے رہے اور حوزۂ علمیہ قم کے علماء کی اعلیٰ ترین شخصیت میں آپ کا شمار ہوتا رہا۔

امام خمینی علم فقہ میں ممتاز مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ علوم ہیئت، فلسفہ، حکمت اور عرفان میں بھی خصوصی مہارت و کمال رکھتے ہیں۔ آپ نے علم ہیئت مرحوم شیخ علی اکبر یزدی (حکیم کے نام سے مشہور) سے حاصل کیا۔ اور عرفان و حکمت و فلسفہ کے مباحث پر گرفت عالم مہذب مرحوم شیخ محمد علی شاہ آبادی سے حاصل کی۔

تکمیل ذات کی منزل میں

امام خمینیؒ جو یقین سے یہ بات جانتے تھے کہ علم حقیقی تقویٰ کا ثمر و نتیجہ[1] ہوتا ہے آغاز جوانی اور علوم اسلامی کی تحصیل کے ساتھ ہی ساتھ تہذیبِ نفس اور خود سازی کی طرف مائل ہوئے اور فضائل انسانی و رُوحانی و حقیقی حاصل کر کے بہت ہی تھوڑی سی مدت میں توفیقِ عظیم حاصل کی۔ اور اپنی جوانی ہی کے زمانے میں اپنے ہمعصر پرہیزگاروں اور پارساؤں میں برگزیدہ و بالاتر خیال کئے جاتے تھے اور علمی و روحانی بزرگ و عظیم شخصیات، مذہبی محافل اور قسم کے عوام کے درمیان رہ کر مقام و منزلت حاصل کی اور ہر رتبہ برگزیدگی پر فائز

---

[1] اس حقیقت کو قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں "واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ" میں واضح فرمایا ہے۔

ہوئے اور ان لوگوں کے دلوں میں بے نظیر عظمت و برتری حاصل کی۔

امام خمینی تکمیلِ ذات اور تہذیبِ نفس کی منزل میں بہت سی ایسی نامناسب صفات اور ناموزوں طریقوں اور رذائل سے جو روحانی مقامات میں دامن گیر ہوتے ہیں، دور رہے۔ اور آپ نے اپنے دامنِ مبارک کو شہرت، خود نمائی، جاہ طلبی، ریاکاری اور دوسری صفاتِ رذیلہ سے پاک و مبرا رکھا، اور خواہشاتِ دنیوی سے اعراض و روگردانی اختیار کی۔

ایامِ جوانی ہی سے جبکہ آپ مقامِ اجتہاد پر فائز ہوئے آج تک جب کہ آپ قائد و رہنما ہیں اپنی شہرت، یا کرسی و منزلت کے لئے آپ نے معمولی سا بھی قدم نہیں اٹھایا اور وجوہاتِ شرعیہ اور ضرورت مندوں اور جفاکشوں کے حقوق کی نگہداشت کو شہرت یا نتگی حصول اقتدار اور ذاتی پروپیگنڈے کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا ہے۔ اور اب جبکہ ریاست، مقام اور مرجعیت کی بساط سے آپ کا دامن وابستہ ہے، رذیل وکمین حضرات کے خصائص

سے انتہائی متنفر اور گریزاں ہیں کیونکہ انسان مُردار نجس سے پرہیز کرتا ہے اور درحقیقت یہ ریاست و مرجعیت ہی ہے جو امام خمینی کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اور اس کا ہاتھ آپ کے سر سے نہیں اٹھتا، اور جب کبھی اسلام یا ان کی جامعہ اسلامی کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہوا تو انھوں نے اس سرگرداں کارواں اور لٹے ہوئے قافلے کی قیادت و قافلہ سالاری کی ذمہ داری خود اپنے پاس نہیں رکھی، ہرگز اس وادیٔ پست میں قدم نہیں رکھا اور مسندِ اقتدار اور مقام پست کے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے لائق اور اہل شخص کے سپرد فرماتے تھے، جیسا کہ انہوں نے ساٹھ (۶۰) سالہ زندگی میں حصولِ منصب و منزلت اور اقتدار کی خاطر ایک چھوٹا سا قدم بھی نہیں اٹھایا۔ آپ نے انقلابِ اسلامی کے ابتدائی زمانے تک اپنی تصویر اور رسالہ کی طباعت کی اجازت نہیں دی مگر لوگوں نے اس کو چھاپ لیا اور تقسیم کر دیا، اور یہ بھی اس وقت ہوا جبکہ مقلدین نے آپ کی توضیح المسائل کے لئے بے حد و بے اندازہ اصرار کیا۔ تب آپ نے اجازت دی اور وجوہاتِ شرعیہ کی بناء پر آپ نے اس کی طباعت

نہیں فرمائی بلکہ خود لوگوں نے اس کو مرتب و مدون کیا۔ اور اب جب کہ آپ کا قیام قم میں ہے آپ نے "توضیح المسائل" کی ایک جلد بھی کسی کے پاس بے مصرف نہیں رہنے دی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے پاس اس کی ایک جلد بھی موجود نہیں ہے۔

امام خمینی ایام جوانی ہی سے سحر خیز اور تہجد گزار اور خداوند بے نیاز کی درگاہ میں راز و نیاز کے عادی ہیں وہ خواہ دیر سے سوتے ہوں، تھکے ماندے ہوں اور بیمار ہوں، اس روش کو کبھی ترک نہیں کیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اذان صبح سے قبل بیدار نہ رہے ہوں۔

نجف اشرف میں بھی آپ نے زیارت، عبادات اور اعمال مستحبہ کی ادائیگی میں اس مخصوص روش سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ اس زمانہ میں جب آپ کا قیام نجف میں تھا۔ موسم سرما و گرما کی ٹھنڈی و گرم شبہائے بارانی میں غروب آفتاب کے تین گھنٹے کے بعد آپ ہمیشہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حرم مطہر میں ہوتے تھے سوائے چند مستثنیٰ موقعوں کے (آپ علیل ہوں یا شہر میں کرفیو یا مارشل لا ہو) یہ روش نہیں چھوڑی۔

امام خمینی کی زندگی میں نظم و ضبط

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ صرف آپ کی زیارت کا مخصوص دستور ہی نہ تھا کہ جو ایک مقررہ وقت اور نظام الاوقات کے مطابق انجام پاتا ہو، بلکہ آپ کی مکمل زندگی نظم و ضبط اور نظام الاوقات کے ماتحت گذرتی ہے در اصل امام خمینی نظم و ضبط اور دستور و روش کے اعتبار سے بے مثل و عدیم النظیر شخصیت ہیں کہ جس کی نظیر ایران کے مذہبی اور سیاسی اشخاص میں نظر نہیں آتی اور یہ بات دیدہ و شنیدہ بھی نہیں ہے کہ کوئی شخص امام خمینی کی طرح تمام امور میں یہاں تک کہ اپنی حرکات و سکنات میں بھی اس روش اور تنظیم پر کاربند ہو اور بندگانِ خدا، اجتماعی و سیاسی اور شخصی زندگی کے امور و مسائل میں مخصوص نظم و ضبط کا حامل ہو، اور ایک خودکار گھڑی کی طرح عامل ہو۔

امام خمینی کی زندگی کے تمام شعبوں میں نظم و انضباط اس حد تک ہے کہ آپ کے ــــــــ اہلِ خانہ کے قول کے مطابق وہ خود آپ کے اعمال و افعال سے اپنے اوقاتِ کار کا تعین کرتے ہیں۔ مثلاً اس وقت کہ آپ مطالعہ سے فارغ ہوتے ہیں' یا مطالعہ فرماتے ہیں' بیدار ہوتے ہیں یا بسترِ استراحت پر پہنچتے ہیں' مسجد میں درس و تدریس کے لئے تشریف لے جاتے ہیں یا مہتابی (ایوان) پر چہل قدمی میں مصروف ہوتے ہیں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ دن اور رات کی کون سی گھڑی ہے۔

آپ کے گھر کی خادمہ بیان کرتی ہے کہ جس وقت حاجی آقا ظہر سے قبل مطالعہ کے کمرہ سے وضو کرنے کے لیے باہر تشریف لاتے ہیں تو میں سمجھ جاتی ہوں کہ چاول پکانے کا وقت ہو گیا ہے۔ اور اگر دن کے کھانے میں چاول ہیں تو میں فوراً باورچی خانے میں جا کر چولھے کو روشن کر دیتی ہوں۔

تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ امام خمینی کی حرکت و سکون میں بھی نظم و ضبط اور خصوصی دستورِ کار کی حکمرانی ہے، مثلاً آپ جس وقت اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتے ہیں، ہمیشہ آپ کا

بایاں ہاتھ زمین پر ہوتا ہے اور آپ کھڑے ہوتے ہیں۔ نیز جب آپ درس دینے کے لئے منبر پر تشریف لے جاتے ہیں تو آپ پہلے اپنے بائیں پاؤں کو زینہ پر رکھ کر معمولی جھٹکے سے اوپر پہنچ جاتے ہیں۔ اور کبھی اس کے برخلاف نہ دیکھا گیا۔ اور نہ سُنا گیا، گھر، مدرسہ اور مسجد میں داخل ہوتے وقت ہمیشہ دایاں قدم رکھتے ہیں، شاہراہ یا باغ کی روش پر ہمیشہ مشینی انداز میں دائیں جانب چلتے ہیں اور قدم جما کر اور ناپ تول کے رکھتے ہیں۔ آپ سر و گردن کو بلند کر کے صحیح اور درست طریقے پر راستہ طے کرتے ہیں اور عباسے سر اٹھانا یا سر نیچے کو کر لینا یہاں تک کہ بارش کے وقت جبکہ فطری اور لاشعوری طور پر سر جھک جاتا ہے، اس طریقے سے پرہیز کرتے ہیں۔

آپ مقررہ وقت پر درس و تدریس کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ زیادہ تر طلبہ' بدنظمی و بے ترتیبی کے ساتھ جلد یا تاخیر سے درسگاہ میں آتے ہیں' رنجیدہ ہوتے ہیں اور چند مرتبہ اس نکتہ کو شاگردوں کے گوش گزار کیا کہ دنیا میں وہی لوگ کسی مقام پر فائز ہو سکتے ہیں اور خود کو دنیا کی کیچڑ سے بچا سکتے ہیں جو زندگی میں نظم و ضبط کے پابند ہوں، وہ افراد جو کہ بے نظمی

کا شکار ہیں اور فتنہ و فساد میں مبتلا ہیں وہ کبھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ سوسائٹی میں کسی قسم کا اثر چھوڑ سکتے ہیں۔

یہ نظم و ضبط جو امام خمینی کی پوری زندگی پر محیط ہے، آپ کی تہذیب خود سازی ——— اور رُوحانی قوتوں کی بالیدگی کا ایک دوسرا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس لئے کہ خود سازی اور پاکیزہ زندگی نظم و ضبط کے بغیر ناممکن ہے جو شخص اپنے نفس سے مبارزہ اور جہاد کرنا چاہتا ہے تاکہ برگزیدہ زندگی کا مالک بن سکے، وہ اس بات کو جانتا ہے کہ بنیادی طور پر خود سازی نظم و آئین ہی کے ذریعے سے محقق ہوتی ہے۔

یہ نکتہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام خمینی نے اپنی پارسائی، زہد اور بے انتہا پرہیزگاری کے باوجود کبھی خود کو برخلاف ان تقدس مآب ہستیوں کے جو اسلام کی حقیقی روح سے بیگانہ ہو کر گوشۂ تنہائی اختیار کر لیتے ہیں اور ذکر و وردِ خشک میں مصروف رہتے ہیں، سرگرم نہیں رکھا اور نہ انہوں نے کبھی محافل و مجالس اور حالتِ سفر میں کوئی ایسا اقدام کیا جو اذکار و اوراد خوانی کی حکایت کرتا ہو اس صورتِ حال کے پیشِ نظر

کر وہ " دائم الذکر " ہوتے ہوئے ایک لحظہ اور ایک پل کے لئے بھی اپنے پروردگار کی حمد وستائش سے غافل نہیں، آپ ریاکاری فریب اور حیلہ سازی سے انتہائی نفرت کرتے ہیں اور عملی طور پر اپنے مخلص متبعین کو یہ درس دیتے ہیں کہ ذکر و اذکار میں مصروف رہنا، یا دخدا کرنا، تسبیح پھرانا، لب جنبانی کرنا اور گوشۂ تنہائی کرنا ضروری نہیں، اگر انسان صاف و منزّہ اور آراستہ و پیراستہ ہو تو وہ کسی اجتماع اور محفل میں اپنے پیغام کو چھوڑ کر اپنے پروردگار کی حمد و ستائش میں ایک لمحے کے لئے بھی غفلت نہ برتے۔

زندگیِ نو

امام خمینی ۱۳۴۸ ق تک مجرّدانہ زندگی بسر کرتے رہے لیکن اسی سال آپ کی شادی آیت اللہ حاجی مرزا محمد ثقفی تہرانی کی دختر مکرمہ سے ہوئی۔ آیت اللہ موصوف آیت اللہ آقائی حاجی شیخ ابوالفضل کلانتر مرحوم کے فرزند دلپذیر تھے انہوں حوزہ علمیۂ قُم سے وابستہ تھے آیت اللہ لواسانی کے توسط سے امام خمینی سے واقف ہوئے اور ابتدائی ملاقاتوں ہی میں آپ کے علمی واخلاقی فضائل کے گرویدہ، اور آپ کی عظمت نے دل وجان سے فریفتہ وعاشق ہوگئے۔ اسی وجہ سے آپنے امام خمینی کی طرف سے شادی کی درخواست کو بے خوف وخطر اور سوچ بچار کئے بغیر قبول فرماکر اپنی لڑکی آپکے عقد نکاح میں دیدی اس مبارک شادی کے نتیجے میں آپکے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

پسرانِ امام خمینی

۱- حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حاج سید مُصطفیٰ

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حاج سید مصطفیٰ آپ کے پہلے بیٹے ہیں جو رجب ۱۳۴۹ قمری مطابق آذر ماہ ۱۳۰۹ شمسی عالم وجود میں آئے، آپ نے پندرہ سال کی عمر میں علوم اسلامی کی تحصیل کا آغاز کیا۔ اور بائیس سال کی عمر میں پایۂ تکمیل کو پہنچا کر تقریباً ستائیس سال کی عمر میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے اجتہاد کے پہلے مرحلے میں آپ کے استاد خود امام خمینی تھے اور دوسرے مرحلے میں آپ کی رہنمائی آیت اللہ بروجردی مرحوم نے کی۔ نیز چند سال آیت اللہ الحاج سید محمد داماد مرحوم کے درس سے استفادہ علمی کیا۔

علامہ آقای الحاج سید مصطفیٰ حوزۂ علمیۂ نجف میں اصول خارجی کی تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف و تصنیف میں منہمک رہے اور مختلف علوم کے سلسلہ میں چند کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جو ابھی طبع نہیں ہو سکی ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں :

۱۔ القواعد الحکمیہ ۲۔ القواعد الرجالیہ ۳۔ القواعد الاصولیہ ۴۔ کتاب اجارہ ۵۔ کتاب البیع سہ جلد ۶۔ مکاسب محرمہ دو جلد (فقہ)، جو ترکی میں رشتۂ تحریر سے منسلک ہوئیں ۷۔ یک دورہ اصول مختصر و مفصل کہ جس کا مفصل حصہ ابھی مکمل نہیں ہو سکا ہے ۸۔ مباحث خیارات میں بھی خیار شرط تک لکھا جا چکا ہے ۹۔ کتاب صلوٰۃ کے عظیم و اہم مسائل جو "ساواک" کی ایک یورش کے سلسلے میں جو قائد بزرگ کے دولت خانے پر کی گئی بطور مال غنیمت کے لے جائی گئی۔

۱۰۔ امام خمینی کی "تحریر الوسیلہ" پر استشار۔

۱۱۔ شرح زندگانی آئمہ معصومینؑ جو حضرت امام حسینؑ کی شرح زندگانی تک لکھی گئی ہے۔

۱۲۔ تفسیر قرآن کے ۱۵۰۰ صفحات جو جدید انداز میں سورۂ بقر کی آیت ۲۳ تک تحریر کئے گئے۔

آپ کی شادی ۱۳۲۵ شمسی میں آیت اللہ آقائی حائری کی دختر نیک اختر سے انجام پائی ۔

حجت الاسلام حاج آقائی سید مصطفیٰ خمینی، ماہ آبان کی ابتداء ۱۳۵۶ھ شمسی میں شاہ کی رژیم کے کرائے کے ٹٹوؤں کے ہاتھوں خفیہ طور پر نجف اشرف میں شہید کر دیئے گئے ۔

۲۔ ثقۃ الاسلام جناب آقائی حاج سید احمد

آپ نے کالج کی تعلیم اور ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد مذہبی تعلیم کی طرف توجہ دی اور حوزہ علمیہ قم میں علوم اسلامی کی تحصیل میں مصروف ہیں ۔

امام خمینی
کا
شاہ کی امریکی رژیم کے ساتھ اعلان مقابلہ

امام خمینی کی علانیہ طور پر سیاسی زندگی کا آغاز اس ٹیلی گرام سے ہوتا ہے جو آپ نے ۱۷ مہر ماہ ۱۳۴۱ ہجری شمسی کو محمد رضا شاہ پہلوی کو دیا تھا جس میں صوبائی اور ریاستی انجمنوں کے لئے قانون وضع کرنے کی خاطر وزیر اعظم امیر اسداللہ کے ہیئت وزراء کی طرف سے حکم صادر فرماتے جانے پر اعتراض کیا تھا۔ اس اختلاف واعتراض میں تمام علمائے قم بحیثیت مجموعی شریک تھے۔ تقریباً ۲ ماہ تک یہ مبارزہ علماء اور حکومت کے درمیان جاری رہا اور شاہ کی حکومت کو مجبور ہو کر اس حکم کو منسوخ کرنا پڑا۔ اس طرح علماء اور اہلِ ایران کو زبردست فتح وکامیابی حاصل ہوئی لیکن شاہ کی امریکی حکومت کی آنکھیں نہیں کھلیں۔

اور شاہ نے امریکی سامراجیت کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے پختہ ارادہ کیا کہ وہ ایران میں امریکی اصلاحات کے طرز پر "انقلاب سفید" برپا کرے۔ شاہ نے ۱۹ دیماہ ۱۳۴۱ھ ش کو "اصول ششگانہ" کے تحت "انقلاب سفید" کا اعلان کیا اور عوام سے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے کہا تاکہ انقلاب سفید کے بارے میں ان کی رائے کا اظہار ہو سکے۔ ان چھ اصولوں کو جو ایران کی آزادی اور استقلال کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے والے اور سرزمین ایران کو امریکی سامراجیت کا حلقہ بگوش بنانے والے تھے، علمائے اسلام کی بالعموم اور امام خمینی کی بالخصوص شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ امام خمینی نے ۲ بہمن ۱۳۴۱ کو اس ریفرینڈم کی مخالفت کا اعلان ایک اعلامیہ کی شکل میں کیا۔ اور اس انقلاب سفید کو عملی طور پر اسلام، ایران کے دستور اور مملکت کے استقلال کے خلاف قرار دیا۔

شاہ کی انتظامیہ نے اسلحہ کے بل بوتے پر مخالفین کو کچلنا شروع کر دیا۔ اور مسلح انقلاب سفید کے زور پر شاہ نے کرسی اقتدار پر قبضہ جما لیا۔ مگر امام خمینی انتہائی استقلال و پامردی کے ساتھ میدانِ مبارزہ میں قدم جمائے رہے اور ہر مناسب و موزوں وقت

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہلِ ایران کو ہیئتِ حاکمہ کے خلاف متحرک رکھتے رہے۔ فروردین وہ مہینہ تھا کہ جس میں امام خمینی کے مبارزات شاہی رژیم کے خلاف ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگئے۔

۲۰ فروردین ۱۳۴۲ھ کو شاہ کے زرخرید انقلابی آلۂ کار تحریک کو کچلنے اور دینی و روحانی علماء کو زک پہنچانے کے لئے مدرسۂ فیضیہ (مرکز انقلاب اسلامی) پر حملہ آور ہوئے اور علماء و طلبۂ مدرسہ اور دیگر افراد کی کثیر تعداد کو جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی تاریخِ شہادت کی مناسبت سے جمع تھے بے تحاشہ زد و کوب کیا، برا بھلا کہا اور انقلابی علمائے دین کی ایک اچھی خاصی تعداد کو شہید کردیا۔ اس واقعے کے بعد امام خمینی نے اپنے ایک اعلامیے کے ذریعہ شاہ کو اس حادثے کا ذمہ دار قرار دیا۔ اور اس طرح جبر و تعدّی اور استبدادی طرزِ حکومت کے خلاف طاقت و قوت کا اظہار کیا۔ شاہی رژیم مدرسۂ فیضیہ پر حملہ آور ہونے کے باوجود اسلامی انقلاب برپا کرنے والوں کو خاموش نہ کرسکی اس کے برخلاف امام خمینی نے اس حادثۂ فاجعہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی انقلابی تحریک کو زیادہ سے زیادہ پروان چڑھانے کی کوشش کی۔

اسی طرح علماء کو قید کرکے یا ان کو زبردستی فوج میں بھرتی کرکے

اور غلط پروپیگنڈہ سے اسلامی تحریک کو روکنے کی کوشش کی گئی تاکہ اسلامی تحریک میں جمود و تعطل پیدا ہو۔ مگر امام خمینی نے بے انتہا ذہانت و متانت سے اس کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ۱۳۸۳ھ۔ق کا ماہ محرم خرداد سال ۱۳۴۲ھ۔ش آپہنچا۔

محرم خون و شہادت کا مہینہ ہے اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں محبان امام حسین علیہ السلام کی رگوں میں شہدائے کربلا کا خون دوبارہ دوڑنے لگتا ہے، وہ صف عزا بچھاتے ہیں، سینہ زنی کرتے ہیں، تاکہ امام عالی مقام کی یاد تازہ رہے امام خمینی نے اس تاریخی مناسبت و موزوں وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اعلامیہ کے ذریعہ عوام سے اپیل کی کہ اس ماہ محرم الحرام میں اپنی پوری طاقت و توانائی کے ساتھ کربلا کی شجاعت کی عظمت کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور وقت کے یزید (شاہ) کے مظالم کا راز فاش کرنے اور اس سے جنگ کرنے کے لئے کمربستہ ہوجائیں۔ تمام خطباء و مقررین سے درخواست کی کہ وہ منبر سے شاہی رژیم اور یزید وقت کے خلاف آواز بلند کریں۔ عوام کے جوش و ولولہ اور خطباء اور علماء کی تقاریر نے کربلا والی شجاعت و دلیری کو از سر نو زندہ کر دیا تھا۔ اور دوستداران امام حسین علیہ السلام برابر آگے

بڑھ رہے تھے ، تاکہ یزید وقت کو موت کے گھاٹ اتار دیں
شاہی رژیم پوری قوت کے ساتھ میدان میں آگئی تھی۔ لیکن اس
کا بس نہیں چل رہا تھا ۔ یہاں تک کہ روز عاشورہ (۱۰ خرداد
۱۳۴۲) آگیا۔ ہزاروں ایرانی اطراف و اکناف سے قم میں جمع ہوگئے
تھے ، تاکہ اسلام کے قائد بزرگ حضرت امام خمینی کی تقاریر سُن
سکیں۔ شاہ کی انتظامیہ نے تہدیدی انداز میں اعلان کر دیا تھا
کہ وہ اپنے کمانڈوز کے ذریعہ اس اجتماع پر حملہ آور ہوگی اور قم
میں خون کی ندیاں بہادی جائیں گی اور قائد بزرگ سے درخواست
کی تھی کہ وہ مجمع سے خطاب نہ فرمائیں ۔ مگر امام خمینی (اسلام
کے قائد بزرگ)، انتہائی پامردی اور استقلال کے ساتھ مجمع کے
سامنے تشریف لائے اور شاہ کی ریشہ دوانیوں کے رازہائے سربستہ
سے پردے اُٹھا دیئے اور امام حسینؑ کی پیروی کرتے ہوئے
میدانِ جہاد و مبارزہ میں استقلال کے ساتھ قدم جما کے کھڑے
ہوگئے ۔ آپ نے اپنی تقریر میں شاہ کو ایران میں ہونے والی
تمام غلطیوں اور تباہ کاریوں کا ذمہ دار قرار دیا ۔ اور فرمایا کہ اس
نے یہ طریقہ اسرائیل جیسے خطرناک دشمن سے سیکھا ہے اور اس کی
غرض و غایت یہ ہے کہ اسلام کو زک پہنچائی جائے اور اس کو

بالکل نیست و نابود کر دیا جائے امام خمینی کے یہ الفاظ ایران کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور جسد ملت میں ایک تازہ روح پھونک گئے۔ اور ایران از سرتاپا انقلاب ہی انقلاب تھا۔ شاہ کی حکومت اپنی تمام توانائی اور قدرت و طاقت کے باوجود خوف و اندیشہ میں مبتلا تھی کیونکہ مذہبی و دینی رائے عامہ بغیر کسی امکانات اور قدرت و طاقت کے شاہی رژیم کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ اس انداز میں سوچنے پر مجبور ہوئی کہ جب تک امام خمینی عوام کے سامنے ہیں اور ان کی ہدایت و رہبری فرما رہے ہیں، یہ تحریک برابر جاری رہے گی۔ اس تحریک کے پیش نظر امام خمینی کو گرفتار و اسیر کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تاکہ اس طرح عوام آپ کی مثبت رہبری اور رہنمائی سے محروم ہو جائیں اور انقلاب اسلامی کی تحریک میں جمود و ٹھہراؤ پیدا ہو جائے اسی خیال کے مطابق ۱۲ محرم ۱۳۸۳ھ ۱۵ خرداد ۱۳۴۲ کی شب میں شہر قم میں ایک وحشیانہ حملے کے بعد امام امت کو گرفتار کر کے تہران روانہ کر دیا گیا۔ اور اسی وقت تہران اور دوسرے قریب کے شہروں میں تحریک انقلاب اسلامی کے دانشوروں اور مجاہدین علماء کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۵ خرداد (۱۲ محرم ۱۳۸۳ھ) کی صبح کو قم، تہران اور دوسرے شہروں کے عوام و خواص کو پتہ چلا کہ اسلام

کے عظیم قائد کو گرفتار کر لیا گیا ہے، اس خبر نے انقلاب اسلامی کے بہی خواہوں کے دلوں میں تازہ حرارت اور ان کی رگ و پے میں آتش اشتعال بھڑکا دی۔ اور شاہی رژیم کے خلاف زبردست تحریک پیدا کی، قم اور تہران میں اجتماعی طور پر مظاہرے کئے گئے اور امام خمینی کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا، ظالم و جابر شاہ پہلوی کی حکومت نے پہلے ہی خود کو عوام سے مقابلہ کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ وہ عوامی مظاہروں کو کچلنے کے لئے، ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مقابل آ گئی۔ اور حرّیت پسندوں کے خون سے قم اور تہران کی شاہراہوں کو لالہ زار بنا دیا۔ اور ایک بہت بڑی تعداد کو خون میں غلطاں کر دیا۔ یہ آتش زنی قتل و خون کا بازار ۱۵ خرداد کی صبح سے عصر تک جاری رہا۔ اور ایران کے دوسرے شہروں، شیراز، مشہد اور ورامین تک اس ہنگامہ کی آگ پھیل گئی، شاہی استبداد کے اس وحشیانہ اور بربریت سے بھرپور حملہ کے نتیجے میں پندرہ ہزار حریت پسند اور آزادی کے خواستگار شہید ہوئے اور ہزاروں افراد گرفتار کر لئے گئے۔ شہداء و مجاہدین آزادی نے اقدار الٰہی کے تحفظ اور انقلاب اسلامی کی مضبوطی و پائیداری کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ شاہی رژیم نے تہران، قم اور چند دوسرے شہروں میں نظم و

ضبط کے لئے انقلابیوں کی ہر حرکت و جنبش پر پابندی لگا دی تھی، اور ساتھ ہی ساتھ علماء اور دینی پیشواؤں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا، لیکن کیا یہ سب باتیں انقلاب اسلامی کو پروان چڑھنے سے روک سکتی تھیں؟ ہرگز نہیں کیونکہ مردانِ خدا کو کوئی چیز راہِ استقلال سے نہیں ہٹا سکتی اور نہ اس جہاد سے روک سکتی تھی جو ان کا مطلوب و مقصود تھا۔ ان مجاہدین نے فی سبیل اللہ اپنی موت کو خود گلے لگایا تھا۔ وہ شہادت کو عظیم ترین فتح و کامرانی متصور کرتے تھے یہی کلام الٰہی کا شعار ہے "نحن نتربص بکم احدی الحسنیین" اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا اسی راستہ کے تسلسل میں اسلام کے قائد بزرگ کی گرفتاری عمل میں آئی، ۱۵ خرداد کی قتل و غارت گری اور ہزاروں انقلابی مسلمانوں کو قیدی بنائے ہوئے چند روز بھی نہیں گذرے تھے کہ جہاد پر کمربستہ علمائے دین نے اعلان و پیغامات کے ذریعہ شاہی رژیم کے ظلم و استبداد اور ۱۵ خرداد کے عظیم خونی حادثہ سے عوام الناس کو مطلع کرنے میں سعیٔ بلیغ فرمائی اور تحریک انقلاب اسلامی کی بقاء و دوام کے لئے عوام کے قلوب کو گرماتے رہے۔ ہر شہر و قریہ کے دینی پیشواؤں اور دیگر دانشوروں نے امام خمینی اور دوسرے علماء و مجاہدین آزادی کی

خاطر اپنے اپنے نمائندے تہران روانہ فرما دیئے تھے چند مہاجر علماء بھی تہران پہنچ گئے تھے جنہوں نے اپنی تقاریر اور اپنے اعلانات کے ذریعہ بغیر کسی قید و شرط کے آزادی و رہائی کا مطالبہ کیا۔

شاہ کی حکومت نے علماء کے تہران میں اجتماع سے خوف زدہ ہو کر یہ وطیرہ اختیار کیا کہ بقیہ علماء کو تہران پہنچنے سے روک دیا۔ اور کچھ کو راستہ ہی سے واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ مگر اس کے باوجود علماء، دوسرے دانشوروں اور دینی پیشواؤں کی وجہ سے انقلابی جماعتوں میں از سرِ نو جوش و ولولہ پیدا ہو گیا۔ اور شاہی رژیم کو ایک بار پھر خوف و دہشت میں مبتلا کر دیا۔ آخر کار شاہ کی حکومت نے اس رزم آرائی کو سرد کرنے کی خاطر اور علماء و عامۃ المسلمین کو خوش اور پُر سکون کرنے کے لئے ۱۱ مرداد ۱۳۴۲ (۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ قمری) کو حضرت امام خمینی اور دو دینی پیشواؤں کو جوان کے ساتھ فوجی بیرک میں مقید تھے عشرت آباد کی جیل میں داؤدیہ محلّہ کے ایک گھر میں جو ساواک کی نگرانی میں تھا۔ (تہران سے ۱۲ کلومیٹر پر) منتقل کر دیا۔ اور اسی عرصے میں دوسرے علماء اور حریت پسندوں کو جیل سے رہا کرنا شروع کر دیا۔ امام خمینی کی رہائی کی خبر بم کے گولے کی طرح پھٹ پڑی۔ اور تہران کے

شہریوں میں ہلچل مچ گئی اور وہ اپنے قائد و رہنما کی زیارت کے لئے داؤ دیے چل پڑے۔

باوجودیکہ تمام راستے اور وہ گھر جس میں اسلام کے قائد بزرگ کو نظربند کیا گیا تھا، ساواک کے سپاہیوں نے بند رکھے تھے مگر عوام الناس بغیر کسی خوف وہراس کے گروہ در گروہ اور ٹولیوں کی صورت میں شوقِ دیدار میں اسلام کے قائد بزرگ کی اقامت گاہ کی طرف رواں دواں تھے تاکہ قریب سے زیارت کر سکیں، شاہی انتظامیہ نے جو عوام الناس کے اس ہجوم و سیلاب سے انتہائی وحشت زدہ و خوف زدہ تھی، تین دن کے بعد اعلان کیا کہ کسی کو امام خمینی سے ملنے کی اجازت نہیں۔ اس طرح امام کو نظر بند و محبوس کر دیا۔ اور آپ کا انقلابی عوام سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ ایک عرصہ کے بعد آپ کو اس مکان سے قیطریہ کے مکان میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں دس ماہ تک ساواک کے زیر اثر فوجیوں کی نگرانی میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گذاری حکومت نے علماء و عوام سے ہر قسم کے رابطہ و تعلق پر پابندی لگا دی تھی جس کی بنا پر سب ہی لوگ آپ کی رہنمائی سے محروم ہو گئے تھے۔ میدانِ جہاد سے رہبر و رہنما کی غیر موجودگی عوامی انقلابیوں کے جوش و خروش

کی جرأت وتیزی ایک حد تک کم کرنے کا باعث بنی اور ظاہری طور پر جہاد کی آگ سرد پڑ گئی۔ شاہ کی حکومت نے خیال کیا کہ عوام کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ اور غصہ وغم فرو ہو گیا ہے اور دانشور و دینی پیشوا جہاد سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں' لہٰذا امام خمینی کو ہفتہ ۱۸ فروردین ۱۳۴۳ کو رہا کر کے قم بھیج دیا۔ شاہ کی حکمت عملی یہ تھی کہ وہ کسی نہ کسی حیلہ اور بہانہ سے علماء دین کو سازش کا نشانہ بنا لے۔ اور ان کو جہاد سے روک دے۔ امام خمینی کی رہائی کی غرض وغایت بھی یہی تھی کہ صلح وصفائی کی راہ ہموار ہو جائے لیکن ابھی اسلام کے اس قائد بزرگ کی رہائی کو تین دن بھی نہیں گذرے تھے کہ آپ نے تحریک انقلاب اسلامی کی پشت پناہی کے لئے اپنی آتشیں تقریر سے دوبارہ کشتیٔ انقلاب کے چپوؤں کو اپنے دستہائے مبارک کی مضبوط گرفت میں لے لیا اپنے اور انقلابی عوام الناس کی جماعتوں میں تحریک نو پیدا کر دی۔ آپ نے اپنے آتش بیان خطاب انقلابی میں شاہی رژیم کے مظالم اور ستم ہائے ناروا کا راز فاش کیا اور پندرہ خرداد کے شہداء کی عظمت وجلالت کا تذکرہ فرمایا نیز مملکت ایران پر صیہونیت اور اس کے حکام و عمال کے اثر و نفوذ کے خطرہ کا اظہار فرمایا۔ آپ کے خطاب

تقاریر اور تحریری بیانات نے انقلاب اسلامی کی تحریک میں نئی روح پھونک دی اور مسلم انقلابی جوش و خروش اور غم و غصہ اوج پر پہنچ گیا۔ ۱۳۴۳ھ۔ق کے محرم کی آمد پر جو شجاعت و خونباری کا مہینہ ہے اور پندرہ خرداد کے خونیں حادثہ کی سالگرہ پر عوام میں از سر نو ہیجان و طوفان پیدا ہو گیا۔ امام خمینی نے اپنے تین دوسرے رفقائے کار علماء کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ ۱۲، محرم (واقعۂ خرداد کی سالگرہ کا دن) کو قومی سوگ منایا جائے۔ عوام نے بھی اپنے دینی پیشواؤں کی تقلید و پیروی میں سوگ منایا اور فرش عزا بچھایا تہران میں روز عاشورہ انقلابی عوام نے مظاہرے کئے، اور شاہ کے زرخرید غلام فوجیوں کے حملوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔

دوسرے شہروں میں بھی عوام نے شہدائے کربلا کے مراسم عزاداری بجالاتے ہوئے پندرہ خرداد کے شہداء کی یاد بھرپور طریقے سے منائی۔ شاہ کی حکومت کی خواہش تھی کہ پندرہ خرداد کے حادثۂ خونین کو عوام کسی طرح بھلا دیں مگر قائد بزرگ اور انقلابی مسلمانوں نے اپنی پوری توانائی و طاقت سے اس روز سالگرہ منائی اور شہداء کو زندہ جاوید قرار دیا۔ تا کہ صف آراء

مبارزین اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ایک سرچشمہ ہو. شاہ کی انتظامیہ عوامی مظاہروں کو کچلنے، عزاداران حسینؑ کی کثیر تعداد کو گرفتار کرنے اور علمائے دین کے وعظ وخطاب کی مجالس پہ پابندی لگانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتی تھی کہ اپنے مخالفین کی تحریک کو ختم کر دے، لیکن امام خمینی ہر لمحۂ فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے عوامی جمعیتوں کی رہنمائی اور ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتے رہے. امام خمینی نے انقلاب اسلامی کو مزید مرتب ومنظم کرنے کے لئے قم اور دیگر شہروں کے دینی ومذہبی پیشواؤں کو پہلے مرحلے میں ہفتہ وار جلسے (ہر سات دن میں ایک نشست) کی دعوت دی، تاکہ یہاں کے علمائے دین میں وحدت کلمہ وغرض وغایت اور مقصد انقلاب اسلامی محکم ومضبوط تر رہے. یہ امر امام خمینی کے دل میں اتر جانے والے افعال واعمال میں سے ایک ہے جو انقلاب اسلامی کے آگے بڑھانے اور اس کی پیش رفت میں انتہائی ممد ومعاون ثابت ہوا۔ امام خمینی نے قم کے پہلے تربیتی مرحلے کے انداز میں علمائے دین ومذہبی پیشواؤں سے اس ہفتے وار جلسہ میں ایران کے دینی، سیاسی اور اجتماعی مسائل پر بحث ومباحثہ کیا۔ اور مقصد کے حصولیابی پر گفتگو کی اور

بحث وتحیص وتبادلۂ خیالات ونظریات کے بعد ان مسائل کے حل کرنے کا عزم راسخ کرلیا ۔ یہ جلسے اور اجتماعات تحریکِ اسلامی کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے اور پیشوایانِ دینی کے اندر وحدتِ فکر ونظر پیدا کرنے میں اہم اثر ونفوذ کا سبب بنے اور شاہی رژیم کے منہ پر طمانچہ ثابت ہوئے جو علمائے دین میں اختلاف اور پھوٹ ڈالنے کی فکر میں غلطاں وپیچاں تھی اور ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ وصف آرا کرنے میں کوشاں تھی ۔ اس نے انتہائی کوشش کی کہ قم اور دوسرے شہروں کے ان اجتماعات کو درہم برہم کردے اور ان پر پابندی لگادے ، مگر یہ سعی لاحاصل ثابت ہوئی اور علماء روز بروز اپنی صفوں کو مرتب ومجتمع رکھتے ہوئے شاہی رژیم کے خلاف وحدتِ فکر ونظر وہم آہنگیٔ خیالات کا مظاہرہ کرتے رہے ۔

ماہِ محرم کے اختتام پر کہ جس نے اسلامی مقاصد کے حصول کی سمت میں انقلابی عوام کی رہنمائی کے لئے انتہائی مؤثر نقش چھوڑا تھا ۔ امام خمینی مختلف نسبتوں سے اپنی تقاریر اور تحریری بیانات سے عوام الناس کی رہنمائی کرتے رہے ، اور تحریکِ انقلاب اسلامی کو برابر آگے بڑھاتے رہے ، یہ مبارزہ اور یہ جہاد شاہی رژیم اور مسلمان انقلابیوں کے درمیان

جاری رہا۔ شاہی رژیم ایک زبردست دھچکا یہ بھی پہنچا رہی تھی کہ ایران کی آزادی اور استقلال کی بنیاد کو ختم کر دیا جائے اور بیرونی حکام کو ایرانی مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے۔ اور وہ استسلام بہ شروط (CAPITULATION) (حقِ قضاوت سفیر کشور دیگر) کا احیاء تازہ تھا جو امریکی پٹھوؤں اور اس کے اشاروں پر چلنے والوں کو تحفظ فراہم کرتا تھا۔ شاہی رژیم نے خود سپردگی کے طور پر وزیر اعظم کے علم میں لائے بغیر لایحۂ استسلام بشروط (CAPITULATION) کو ہیئت وزرا میں منظور کر لیا۔ اور ۱۳ مہر ماہ ۱۳۴۲ کو سینٹ میں پیش کر دیا۔ سینٹ کے بے حمیت و نامرد ارکان نے بھی مرداد ماہ ۱۳۴۳ میں اس کو درست و قابلِ عمل قرار دے دیا۔ اور بعد میں آخری صوابدید اور منظوری کے لئے اس قانون کو مجلسِ شورائے ملی میں منظوری کے لئے بھیج دیا۔ غیر مسلم اور سرکاری اراکین نے ایک ہی رسواکن نشست میں ایران کی بربادی کے قانون کو منظور کر لیا۔ اور قانون استسلام بشروط (CAPITULATION) کو ایران میں امریکی پٹھوؤں اور پیرووں کے لئے برقرار رکھا۔ اور اس طرح آزادی و استقلالِ ایران کو خطرہ میں ڈال دیا۔ اور امریکہ کا دست نگر اور محتاج بنا دیا۔

ان غدار اور خود فروختہ نمائندوں نے دنی لذّت طلب حیوانی اور زندگی کی بقاء و دوام کے لئے اہلِ ایران کی آزادی اور اُن کے استقلال کو امریکہ کے ہاتھوں نجس و پلید قیمت پر فروخت کردیا تاکہ اپنی اور رژیم کی ملازمت اور اطاعت کو ثابت کرسکیں شاہ کی مطیع و فرماں بردار رژیم نے انتہائی کوشش کی کہ (CAPITULATION) (استسلام بشروط) کے قانون کی ان مجالس سے منظوری کی خبر کو حکومت کے کارگزار حلقوں کی حدود سے باہر نہ پھیلنے دیا جائے اور مخالفین حکومت کو پتہ نہ چل سکے۔ کسی رسمی روزنامہ اور بڑے بڑے اخبارات میں اس قانون کے بارے میں کسی قسم کی کوئی خبر یا اطلاع نہیں چھپی جو ایران کی تباہی و بربادی کا سبب تھی، اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قانون نے ایران کو تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑا کردیا اور اہلِ ایران کو امریکی غلبہ کا شکار۔ لیکن امام خمینی جو ایک ہوشیار نگہبان کی طرح اجتماعی مسائل پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ اور ہر طرح کے غیر اسلامی عمل کے مقابل میں عکس العمل کی نشان دہی فرمارہے تھے۔ آپ اپنے ذرائع اطلاعات سے اس غلامی بخش قانون کی منظوری سے مطلع ہوئے اور اس رُوح فرسا

خبر کے ملتے ہی آپ کے رگ وپے میں ایک نیا جوش وخروش
پیدا ہوگیا اور اس قانون کے خلاف عدم انقیاد و نافرمانی کا
جذبہ بھڑک اٹھا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ اس قانون کی
منظوری سے ایران کی آزادی و استقلال اور مومن عوام کی
عزت ختم ہوجائے گی اور قرآن مجید کی نص صریح کے بھی خلاف
ہوگا کہ مسلمانوں پر کفار کا غلبہ ہو اور یہود ونصاریٰ شئون مسلمین
پر اقتدار وتسلط حاصل کر سکیں اس قانون (CAPITULTION)
(استسلام بشروط) کے ذریعہ ایران کی امت مسلمہ پر اغیار واجانب
کے تسلط و اقتدار کو قبول کیا گیا ہے اور ایرانی مسلمانوں ——
—— کو غلام اور اجنبیوں کی گرفت میں
دے دیا ہے امام خمینی نے اس غلامی وبندگی میں جکڑنے والے
قانون کے خلاف وضاحت وصراحت کے لئے اقدام کرنا مناسب
وضروری سمجھا اور ۴ آبان ۱۳۴۳ کو شہر قم میں اپنی تقریر سے
اس قانون کا راز فاش کر دیا جو شاہی رژیم کی طرف سے پوشیدہ
طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا اور اس غلامی و اسیری کا تذکرہ فرمایا
جو قانون کے ذریعہ ایرانیوں کا مقدر بنائی جا رہی تھی۔ امام
خمینی نے اس قانون غلامی وبندگی کا راز فاش کرنے کے بعد

اپنی تاریخ ساز تقریر میں ذلیل و خوار امریکہ اور دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے والے اسرائیل کے سرطانی پھوڑے پر زبردست حملے کئے اور ایران پر تسلط و اقتدار کے لئے ان کے سامراجی ہتھکنڈوں اور مقاصد کو واضح فرمایا۔ امام خمینی کی اس تاریخی تقریر کے اہم ترین نکات یہ تھے کہ " اگر کوئی امریکی خدمت گذار یا کوئی امریکی باورچی تمہارے مرجع تقلید کو وسط بازار میں ہراساں وخوف زدہ کرے، اس کی توہین و تذلیل کرے تو ایرانی پولیس کو حق نہیں کہ وہ دخل در اندازی کرے اور کسی عدالت کو اختیار نہیں کہ وہ فیصلہ کرسکے اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری فائل اور تمام اسناد امریکہ جائیں، اور وہاں کے ارباب حل وعقد اس مسئلہ کو حل کریں۔ حکومت اس رسوائے زمانہ قانون (CAPITULATION) کی بڑھ چڑھ کر طرف داری کر رہی ہے اس نے ملت ایران کی حیثیت کتّے سے بھی بدتر اور پست کر دی ہے۔ اگر کسی شخص کی کار کے نیچے کوئی امریکی کتا آجائے تو اس کی باز پرس کی جاتی ہے اور مواخذہ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر شاہ ایران بھی کسی امریکی کتّے کو مارے گا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا۔ اس طرح ذلیل وخوار کتا امریکی شاہ کے بالمقابل

اعلیٰ و افضل اور مقام بزرگ کا حامل ہوگا اور کسی کو بھی تعرض اور چون و چرا کا حق نہ ہوگا۔"

ہم چونکہ ایک کمزور و ناتواں قوم ہیں اور ہمارے پاس ڈالر نہیں تو کیا ہمیں امریکیوں کے قدموں کے نیچے آ جانا چاہیئے؟ امریکہ برطانیہ سے بدتر، برطانیہ امریکہ سے بدتر، روسی ان دونوں طاقتوں سے بدتر بلکہ سب ہی کے سب بدتر اور پلید ہیں لیکن آج ہمارا سابقہ امریکہ سے ہے امریکی صدر جان لے اور اس بات کو سمجھ لے کہ آج ہماری ملت کے نزدیک اس سے بڑھ کر شریر انسان کوئی نہیں ہے، کیونکہ اس نے ملتِ اسلامی پر ظلم کیا ہے، آج قرآن اس کا دشمن ہے، ملت ایران اس کی دشمن ہے۔ اس کی حکومت سمجھ لے کہ اس کو ملکِ ایران میں رسوا و خوار کیا گیا ہے۔" آج ہماری غلامی اور رنج و زحمت امریکہ کی بدولت ہے، اور اس اسرائیل کی بنا، پر جو امریکن نژاد ہے۔ یہ نمائندے امریکہ کے ہیں، اور یہ وزراء بھی امریکی ہیں' یہ سب کے سب امریکی خادم ہیں۔ اور اگر ایسے نہیں ہیں تو پھر یہ امریکہ کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کیوں نہیں کھڑے ہوتے اور اس کو ایران سے مار کیوں نہیں بھگاتے؟

اسلام کے قائد بزرگ اِس آتشیں گفتار و سخن رانی کے علاوہ اپنے اعلانات و بیانات سے اس قانون کی دھجیاں بکھیرنے میں مصروف رہے اور ایرانی مسلم عوام کو اس قانون کے خلاف اعتراض و احتجاج کی دعوت دیتے رہے۔ اس عظیم قائد اسلام کی دعوت کے بعد عوام ایران کے گوشہ گوشہ سے اعتراض و عیب گیری اور احتجاج کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ایران کے مسلم عوام کے دلوں میں شاہ اور اس کے زرخرید افراد کے خلاف نفرت و غصہ سرکشی و سرتابی اور بیزاری کے جذبات برانگیختہ ہوگئے۔ شاہی رژیم کو ایسے زبردست ردّعمل اور نفرت و بیزاری کی قطعاً کوئی اُمید نہیں تھی، اور یہ اس کا خیالِ خام تھا کہ وہ اس رُسوا کُنندہ خیانت اور دوغلاپن کو شاہی حکومت کی دوسری سینکڑوں خیانتوں کی طرح عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھ سکتی ہے، وہ انتہائی فکر و خوف میں مبتلا ہوگئی۔ شاہی رژیم عوامی گروہوں کے غم و غصہ اور ناراضگی کی بلند و بالا موجوں کے اٹھنے اور افکار عمومی کی تحریک کی بدولت وحشت زدہ ہوکر خود کو غیر مطیع و منقاد اور بیدار ملّت کے تند و تیز انقلاب کے سامنے ایک کھلونا سمجھ رہی تھی، اس نے یہ جان لیا کہ ایران میں امام

خمینی جیسے طاقت ور رہبر اور پیشوائے خردمند کے ہوتے ہوئے نہ صرف سماجی مقاصد کا حصول اور امریکی استعمار کی خدمت گذاری ممکن ہے بلکہ شاہی رژیم کو بھی زوال و سرنگونی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا اس نے طے کیا کہ امام خمینی کی گرفتاری اور جلاوطنی کے ذریعے امریکی رژیم کو یقینی افتادگی و نابودی سے بچالے، اور ملتِ ایران کی گردن میں طوقِ غلامی کو جکڑ دے اور مخالفین کی آوازوں کو ان کے سینوں ہی میں گھونٹ دے۔

۱۳ آبانماہ ۴۳ھ کی شب میں سینکڑوں کمانڈوں اور پیراشوٹ سے اترنے والے فوجیوں نے قم میں اس عظیم قائد کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور دیوار و سقف کے ذریعے گھر میں داخل ہوگئے، اور آپ کی گرفتاری کی خاطر گھر کے ملازمین کو زدوکوب کرنا شروع کردیا۔ اور گالی گلوچ سے بھی باز نہیں آئے۔ امام خمینی اس وقت گھر کے اندر کمرہ میں نماز مشغول تھے، آپ نے شور و فغاں، بھاگ دوڑ اور اچھل کود سے سمجھ لیا کہ شاہی حکومت کے پیادے حملہ آور ہوتے ہیں آپ نے بغیر کسی تاخیر کے لباس بدلا۔ اور کمرہ سے باہر نکلنا چاہا۔ تو اس دروازے کو جو بیرونِ خانہ سے متصل تھا، بند پایا اور اس کی چابی جو آپ ہی کے پاس تھی تبدیلیٔ لباس کے وقت گم ہوچکی تھی،

شاہی جلادوں کو پوچھ گچھ کے بعد جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ امام خمینی اندرونِ خانہ موجود ہیں۔ اندرونی دروازے پر حملہ آور ہوئے اور دروازہ کو بند پاکر اس پر مکّے اور ٹھوکریں مارنے لگے، امام خمینی نے چند مرتبہ فرمایا کہ اس وحشیانہ فعل سے باز آؤ۔ میں ابھی دروازہ کھولتا ہوں، مگر شاہی رژیم کے تنخواہ دار ٹٹو سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے دروازے پر گھونسے اور ٹھوکریں مارتے رہے، تاکہ دروازہ کو توڑ سکیں۔ امام خمینی چابی کے ملنے سے نا اُمید ہو کر دوسرے داخلی دروازے سے جو گلی میں کُھلتا تھا، باہر تشریف لائے شاہی کمانڈوز اور جلادوں نے پُوری گلی پر قبضہ کر رکھا تھا، آپ کے باہر آتے ہی آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بہ عجلت گاڑی میں بٹھا کر شہر قم سے نکل گئے اور سیدھے مہر آباد کے ایئرپورٹ پہنچے اور ایک جہاز میں جو پہلے سے اس غرض سے موجود تھا، سوار کر کے ترکی روانہ کر دیا گیا اس طرح امریکہ کی مطیع و فرماں بردار رژیم نے اسلام کے اس عظیم ترین قائد کو ایران سے ترکی جلا وطن کر دیا، تاکہ ایرانی مسلم قوم آپ کی پُر از حکمت، ہدایت و رہبری سے محروم ہو جائے اور ملتِ ایران کا جذبۂ مبارزہ وجہاد ٹھنڈا پڑ جائے اور امریکی

سامراجیت کی گرفت مضبوط ہو جائے۔

جابر وظالم رژیم کے جلادوں نے امام خمینی کی ترکی جلاوطنی کے بعد ۱۳۴۳ آبانماہ ۴ کو آپ کے لائق فرزند حجت الاسلام والمسلمین سید مصطفیٰ خمینی کو گرفتار کرکے زندان میں محبوس کر دیا۔ اور پورے شہر قم میں شاہی رژیم کے کمانڈو دستے نظر آتے تھے تاکہ معمولی سے معمولی مخالفانہ حرکت کا پتہ چل سکے۔ امریکہ کی مطیع و تابع شاہی رژیم کا خیال تھا کہ قائد بزرگ کی جلاوطنی سے وہ نہضت اسلامی اور سامراجیت کی مخالفت کو درہم برہم کردے گی اور ایران کو توسیع پسندانہ عزائم اور صیہونیت کے منافع کو محفوظ کرنے کے لئے ایک جزیرۂ امن بنادے گی وہ اس بات سے غافل تھی کہ امام خمینی نے عوام کے دلوں میں جس قوت و توانائی کے ساتھ شمع روشن کی ہے، وہ کبھی نہ بجھ سکے گی اور وہ راستہ کہ جو ملت کے لئے کھولا تھا، وہ کبھی بند نہیں کیا جا سکتا۔

امام خمینی کی یہ راہ پیمبروں اور اولیاء اللہ کی راہ ہے جو صرف عوام الناس کے لئے راہِ نجات ہے کہ جس پر چلکر خدا کی غلامی و بندگی سے سامراجیت و استبدادیت کی زنجیروں کو توڑا جا سکتا ہے اور

ایک حقیقی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے اور یہی راہ جاودانی ہے۔

ایران کی ملتِ غیور اور فدائیوں نے اسلام کے قائدِ عظیم کی جلاوطنی کی خبر سنتے ہی متحد ہو کر مظاہرے شروع کر دیئے اور تہران، قم اور دوسرے شہروں میں سارا کاروبار بند کر دیا گیا۔ یہ پُرشکوہ مظاہرے تہران کے بازاروں، شاہراہوں اور ہر گلی کوچے میں ہو رہے تھے۔

شاہ کی حکومت جو خونِ مسلم کی پیاسی تھی اور جو استحکام و استقلالِ حکومت کے لئے شجاع و غیور مسلمانوں کے سر و گردن کی جدائی کا تہیہ کئے ہوئے تھی۔ قائد بزرگ کی جلاوطنی کے ساتھ ساتھ تمام انتظامی اور امن و امان کے امور کو فوج کے حوالے کر دیا۔ تاکہ ہر قسم کی تحریک اور جوش و خروش کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا جائے، اور ۱۵ خرداد کی طرح گلی کوچوں اور شاہراہوں پر خون بہا کر اور عامۃ المسلمین کے قتلِ عام کے ذریعہ دُنیائے استکبار کے فوائد و اہداف کی حفاظت کر سکے ان حالات میں مسلم عوام نے فوج سے دو بدو مقابلہ کرنے میں مصلحت نہیں دیکھی اور ہڑتال و عمومی اتحاد و

یگانگیت کے ذریعہ شاہی رژیم کے خلاف جنگ کا آغاز کردیا
بازار بند، دینی مدرسے بند، نماز باجماعت بند وغیرہ وغیرہ
گویا علماء وعوام نے اسی طرح حکومت کے خلاف اپنی ناراضگی
کا اظہار کیا. علماء نے پہلے کی طرح حوزۂ قم، تہران ومشہد
اور دوسرے شہروں میں اپنے اعلانات کے ذریعہ امام خمینی
کی غیر قانونی جلاوطنی کو مشتہر اور عام کیا۔ اور پھر عوام کو
راہِ جہاد و مبارزہ میں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی
عوامی احتجاج ہر روز ایک ہی انداز سے جاری رہے یہاں تک
کہ شاہ کی حکومت نے سوچا کہ کچھ ایسے کام کئے جائیں جو عوام
کے جوش وخروش کو ٹھنڈا کر دیں. یا اس کو کم سے کمتر کر دیں.
اسی دلیل کی بنا۔ پر ہفتہ ۲۳ر شعبان ۸۴ مطابق ۸ دیماہ ۴۳
کو امام خمینی کے پسرِ عالی قدر حجت الاسلام والمسلمین سید
مصطفیٰ خمینی کو رہا کر دیا گیا۔ مگر آپ کی رہائی سے شہر قم میں
جوش تازہ پیدا ہو گیا۔ شاہی انتظامیہ بھی جو امام خمینی کے
ہوش مند و ذی وقار فرزند کے وجود کو ایران میں اپنے
خلاف ایک بہت بڑا خطرہ محسوس کرتی تھی، اس نے پختہ
ارادہ کر لیا کہ وہ ان کو بھی ترکی روانہ کر دے۔ اس عزم راسخ کے

پس پشت ۲۹ شعبان ۸۴ کو عصر کے وقت شاہ کے ظالم وجابر فوجیوں نے امام خمینی کے گھر پر حملہ بول دیا۔ اور آپ کے فرزند دلپذیر کو گرفتار کر کے مہرآباد کے ایئرپورٹ سے ترکی بھیج دیا۔ ان دو مقتدر اور معزز ہستیوں کی جلاوطنی کے بعد علما اور آزادی کے متوالوں کی بہت بڑی تعداد کو گرفتار کر لیا۔ شاہ کی حکومت اسلامی انقلاب کے کچلنے کی حرکتوں اور عوام میں جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے یہ سمجھنے لگی کہ اس نے مبارزہ اور مجاہدین پر قابو پا لیا ہے اور اپنی ظالمانہ حکومت کو دوام بخش دیا ہے۔ یہ سوچ اور یہ فکر نہ صرف تنہا شاہ کی امریکی حکومت کی تھی بلکہ امریکہ کے زیر اثر تمام حکومتوں اور آمروں کی سوچ کا یہی انداز ونظر ہے اور ہوتا ہے۔ لیکن ابھی اسلام کے قائد بزرگ اور انقلاب اسلامی کے رہبر کبیر کی جلاوطنی اور دوری کو چند روز بھی نہیں گزرے تھے کہ امام کے متبعین ومقلدین اور انقلاب اسلامی کے حقیقی فرزند تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ملت پر ڈھائے ہوئے مظالم کا انتقام لینے کے لئے ایک شجاع جوان مرد مسلمان محمد بخارائی نکلا، اس نے یکم بہمن ۴۳ کو وزیر اعظم حسن علی منصور کو آتشیں گولوں کا نشانہ بنایا۔ اور اس عنصر

پلید و خود فروختہ اور قانون استسلام بشروط کے منظور کرانے والے عامل کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ انقلابی مسلمانوں نے اس حرکتِ انقلابی سے شاہی رژیم اور امریکہ پر ثابت کر دیا کہ ہر چند ان کا رہبر وطن سے دُور اور جلاوطنی کی حالت میں ہے مگر اس کی راہ پر چلا جا رہا ہے اور یہ تحریک دوامی ہے وزیر اعظم کا قتل رژیم کے کہنہ و ضعیف جسم کے لئے بے ہوش کرنے والی ضرب شدید تھی۔ ایک طرف تو اس واقعے سے انقلابی مسلمانوں میں نئی رُوح دوڑ گئی اور دوسری طرف تحریکِ انقلابِ اسلامی نئے مرحلے میں داخل ہو گئی اور وہ مرحلہ انقلابی مسلمانوں کو امریکی شاہی رژیم کے ختم کرنے کے لئے مسلح کرنا تھا، ایران کی امتِ مسلمہ کے فرزند اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھیار آگئے اور اسلامی اقدار کے مطابق دفاع میں مصروف ہو گئے اور اپنے نذرانۂ جان و مال کے ساتھ امام خمینی کی رہبری میں تحریکِ انقلاب اسلامی کی پاسداری و حفاظت کرتے رہے۔

امریکہ کی غلام رژیم نے "منصور" کی ہلاکت کے بعد تمام انتظامی اور امن و امان قائم کرنے والی طاقتوں کو پوری طرح مسلح کر کے ملتِ ایران کے انقلابی فرزندانِ رشید کو فوری طور

پر گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اور اسلامی متحدہ جمعیتوں کے بہت سے کارکنوں کو جو امام خمینی کے پیرو تھے، گرفتار کر لیا۔ چونکہ بخارائی (منصور کا قاتل) اس جمعیت کا ایک رکن تھا۔ شاہی رژیم نے ان افراد کی گرفتاری کے بعد ان کو ایک فرمائشی اور محکوم عدالت کے سامنے پیش کر دیا۔ چند روز کے بعد اس نمائشی عدالت نے اسلام کے فرزندانِ رشید اور منصور کے قتل کے محرکین محمد بخارائیؔ، رضا صفار ہرندی مرتضیٰ نیک نژاد اور صادق امانی کو سزائے موت اور بہت بڑی تعداد کو عمر قید اور طویل المیعاد قید کا حکم دے دیا۔ ان ظالمانہ احکامات کے اجراء و صدور پر حوزۂ علمیہ قم اور دوسرے شہروں کے روحانی و مذہبی پیشواؤں نے سخت اعتراض کیا۔ اور عدالت کی تشکیل اور ان کے احکامات کے اجراءؔ کو غیر اسلامی قرار دیا۔ لیکن محکوم رژیم نے جو خود کو موت و زندگی کے دوراہے پر دیکھ رہی تھی۔ ان احکامات کی تعمیل کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور ۲۶ خرداد ۴۴ کی صبح کو محمد بخارائیؔ، رضا صفار ہرندی مرتضیٰ نیک نژاد اور صادق امانی کو ایک ساتھ گولیوں کا نشانہ بنا دیا اور ان عزیزوں کے پاک و مطہر خون کو زمین پر بہا دیا۔ اور ان شہدائے فی سبیل اللہ کے لئے رسوم عزا و مجالس ترحیم

بجا لانے سے تشدد انہ طور پر روک دیا۔

لیکن کیا اسلام کے ان فرزندانِ رشید کو مرتبہ شہادت پر پہنچانے سے مبارزہ ختم ہو گیا یا تحریک کچلی جا سکی ؟ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ خونِ شہید کے ہر قطرہ سے مبارزہ وجہاد کا پیغام ملتا ہے اور دوسرے لوگوں میں تحریک اور حصول مقصد کی لگن پیدا کرتا ہے، مگر اس دار و گیر اور قتل عام کے حادثات کے درمیان شاہی رژیم کو ایک زبردست صدمہ پہنچا جس سے قصرِ حکومت کی بنیادیں ہل کر رہ گئیں ۔ شاہی حکومت اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ انقلابی مسلمانوں کے قتلِ عام اور پسِ زنداں کرنے کے بعد اس نے ملتِ ایران کے انقلابِ اسلامی کے طوفانی دھارے کا رُخ ایک طویل عرصہ تک کے لئے موڑ دیا ہے اور اب اطمینان قلب کے ساتھ عیش و عشرت اور آرام کے ساتھ حکومت کر سکتی ہے اور اپنی لوٹ کھسوٹ اور فریب و دغل کی پالیسی کو برقرار رکھ سکتی ہے، ابھی قتلِ منصورؒ کا زخم ہرا ہی تھا اور محمد بخارائیؒ کے گروہ کے نمائشی فیصلہ پر عملدرآمد بھی نہیں کیا گیا تھا کہ ۲۱ فروردین ۴۴ کو خوش بنیاد کاخ مرمر میں ایک مسلمان سپاہی، رضا شمس آبادی پر چلائی ہوئی گولیوں کی مسلسل گونج سے ہل چل مچ گئی اور

شاہ کا دل لرز اٹھا ۔

سپاہی رضا شمس آبادی کہ جو کاخ مرمر کی پشت پر حفاظت و پاسداری کی خدمت پر مامور تھا اس نے اپنے دل ہی دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اگرچہ شاہ کا مخصوص دفتر و محل کافی فاصلے پر ہے وہ ایک ہی پرواز تہوّر و سرعت آمیز جست میں شاہ کے دفتر میں پہنچ کر اس کی نجس زندگی کا خاتمہ کر دے مگر افسوس شاہی دفتر کے مُسلّح محافظوں اور سپاہیوں کی مُسلسل فائرنگ نے اس کو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کی مہلت نہیں دی ۔ اگرچہ اس کا بدن گولیوں سے چھلنی ہو چکا تھا ، اُس کی رگوں سے تمام خون بہہ گیا تھا اور اس کی طاقت و توانائی ختم ہو چکی تھی اور وہ زمین پر تڑپ رہا تھا مگر رُوحانی طاقت اور جذبۂ ایمان کے بل بوتے پر شاہ کے دفتر کی طرف چلتا رہا ۔ بابانگِ دہل کہتا رہا کہ " میں اس جلاد و ظالم شاہ کو قتل کر دوں گا ۔" شہید رضا شمس آبادی کے اس ہولناک واقعہ سے جو شاہ کے لئے انتہائی ناسازگار تھا ، حکومت خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئی اور تمام مخالف قوتوں کی سرکوبی کے لئے کمر بستہ ہو کر اور مبارزین و مجاہدین پر پوری نگاہ رکھنے کے لئے تیار و آمادہ ہو کر منصُور کے قاتلوں کو سخت سزائیں دینے پر

مجبور ہو گئی۔

شاہ کی غلام رژیم جو حضرت امام خمینی اور آپ کے فرزند کی جلاوطنی کے انقلابی عوام کی مہلک ضربات سے انتہائی ہراساں وخوفزدہ تھی، اس امر پر آمادہ ہو گئی کہ کسی حیلہ و فریب سے عوام کے غصہ کو ٹھنڈا کر دے اور بپھرے ہوئے لوگوں کو سکون و آرام پہنچائے تدبیر اس کی یہی نظر آئی کہ امام خمینی کو ترکی سے عراق منتقل کر دے تاکہ کسی حد تک اہلِ ایران کو راضی کیا جا سکے۔ اسی لئے آپ کے عراق روانہ کرنے اور اسی موضوع و عنوان کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے ساتھ کہ آپ جوارِ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ حوزۂ نجف میں ہیں، اگر آپ کی خواہش ہو اور کارہائے علمی سر انجام دینے کی طرف متوجہ ہوں اور بقیہ عالمانِ دین کی طرح درس و تدریس اور بحث و مباحثہ پر اپنی توجہات کو مبذول فرمائیں تو آپ کے لئے کسی قسم کی ممانعت نہیں ہے، شاہی رژیم کا یہ خیالِ خام تھا کہ اس لچر اور جھوٹے پروپیگنڈہ سے وہ عوام کو فریب دے سکتی ہے اور امام خمینی کو بھی حوزۂ نجف میں تعلیم و تدریس میں مشغول کر کے مبارزہ و جہاد سے روک سکتی ہے شاہی رژیم نے ۹ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ ق م کو اسلام کے قائد بزرگ اور فرزند ذی وقار کو ترکی سے عراق منتقل کر دیا۔

امام خمینی کی عراق جلاوطنی سے نہضتِ اسلامی میں تازہ بہار آگئی کیونکہ آپ نے حوزۂ نجف میں تدریس کے ساتھ ساتھ اپنی انقلابی فکر کی نشر و اشاعت کا آغاز کر دیا اور اس کا بھی مصمم ارادہ کر لیا کہ حوزۂ علمیہ نجف جو انقلابِ اسلامی کے مقاصد کی برآری کی سمت میں خاموش تماشائی کی طرح نظر آ رہی ہے اس میں عملی طور پر تحریک پیدا کر دیں گے۔

امام خمینی کی عراق جلاوطنی سے کسی حد تک اندرونِ ایران مبارزہ میں سُست روی پیدا ہوئی اس لئے کہ شاہی رژیم کے اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے عوام متاثر ہوئے اور فریب میں آگئے کہ امام خمینی نے نجف پہنچ کر پُرامن زندگی کا آغاز کر دیا ہے اور تمام مراجعِ اُمّت (مقتدایانِ دین) کی طرح درس و بحث میں مشغول ہیں۔ اور یہ پروپیگنڈہ کسی حد تک مؤثر بھی ہوا۔ مگر دانشور حضرات اور پیشوایانِ دین کو جب بھی موقع ملتا، اس پروپیگنڈہ کا توڑ کرتے اور بے اثر کر دیتے اور اپنے بیانات و اعلانات کے ذریعے عوام کو سمجھاتے کہ امام خمینی جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ تمام ذرائع اطلاعات حکومت کے قبضہ میں تھے اور انتظامیہ اور امن و امان قائم رکھنے والی ایجنسیوں نے ہر قسم

کے اعلانات و بیانات کو چھاپنے کی ممانعت کر رکھی تھی، جس کی بنا پر علماء کا پیغام محدود سطح پر پہنچ پاتا تھا اور جس طرح پہنچنا چاہیئے تھا، عوام تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ شاہی رژیم کو جیسے ہی یہ احساس ہوا کہ عوام کا غصہ خاصی حد تک ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اس نے اپنا انتقام لینے کے لئے حوزۂ علمیہ قم پر اندھا دھند حملہ آور ہونے کا تہیہ کر لیا۔ اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے ۱۳۴۴ھ کے ابتدائی ایام میں شاہ کے وحشی و خونخوار فوجیوں نے حوزۂ علمیہ قم پر حملہ کر دیا۔ پہلے آیت اللہ العظمیٰ منتظری اور بعد میں مرحوم آیت اللہ ربانی شیرازی اور دیگر دانشوروں اور دینی پیشواؤں کی بہت بڑی تعداد کو بغیر کسی جرم کے گرفتار کر لیا۔ شاہ کی غلام رژیم نے ان گرفتاریوں کے بعد امام خمینی کے رسالۂ علمیہ کو ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔ اور اس کی طباعت و نشر و اشاعت پر پابندی لگا دی اور رسالۂ امام رکھنے والوں کو جرمانہ و قید کی سزاؤں کا مستحق قرار دیا۔ شاہی رژیم نے آیت العظمیٰ منتظری، آیت اللہ ربانی شیرازی اور دیگر علماء مجتہدین کو قزل قلعہ کے زندان میں مقید کر دیا، جہاں ان کو قرون وسطیٰ کے زمانہ کی انتہائی وحشیانہ

سزاؤں میں مبتلا کیا گیا۔ تاکہ مجاہدینِ راہِ خدا کو مبارزہ کے ثبات و دوام سے باز رکھا جا سکے۔ لیکن جیسے ہی گرفتار شدگان کی اذیت ناک سزاؤں کی خبر علماءِ دین اور مسلم عوام تک پہنچی، رژیم کے خلاف اعتراضات و احتجاجات کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ شاہ کی حکومت یہ خیال کر رہی تھی کہ پیشوایانِ دین کی گرفتاری کی بناء پر مبارزہ پر خاموشی طاری ہو گئی ہے کہ اچانک اس کو علماء و مجتہدین کے عمومی اعتراضات و احتجاجات کا سامنا کرنا پڑا کہ جو اپنے اعلانات و بیانات سے شاہ کی تمام ریشہ دوانیوں کے راز ہائے سربستہ کو فاش کر رہے تھے اور عوام کے سامنے شاہ کے استبدادی و آمرانہ چہرہ کو بے نقاب کر رہے تھے۔ ۱۵ خرداد کے خونیں حادثہ کی سالگرہ کے موقع پر ۱۵ خرداد ۱۳۴۵ کو پانچ سو سے زائد دانشوروں اور علماءِ دین کے دستخطوں کے دستخطوں سے جاری شدہ ایک اعلامیہ میں شہداء کی عظمت و جلالت کی خاطر قبرستانِ شہداء سے دفاع کیا گیا جس سے شہری انتظامیہ میں انتشار پھیل گیا اور یہ امر بیمار و علیل بادشاہ کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح لگا، اس طرح اس امریکی دیوانہ (شاہ) پر ثابت کر دیا کہ گرفتاریوں، حبس بیجا میں رکھنے اور اذیت ناک

سزاؤں سے مبارزہ اور جہاد کو روکا جا سکتا ہے اور نہ عوام کو خاموش کیا جا سکتا ہے یہ تمام حادثات اس زمانے میں وقوع پذیر ہوئے تھے جبکہ امام خمینی کو ترکی سے نجف میں جلا وطن کیا جا چکا تھا۔ اور ابھی آنجناب نے رابطہ بھی قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی مبارزہ کے جاری رکھنے کے سلسلے میں کوئی ہدایت و رہنمائی فرمائی تھی جو آتش جہاد کو بافروختہ و شعلہ ور بنا سکتی۔ یہ تو امام خمینی کے پروانے ہی تھے، جو رہبر مبارزہ رابطہ رکھے بغیر ہی چراغ جہاد کو روشن کئے ہوئے تھے اور اس کو برابر آگے بڑھا رہے تھے۔

امام خمینی نے ورودِ نجف کے ابتدائی ایام ہی میں اس بات کی کوشش کی کہ وہ اندرونِ ملک میں مبارزین کے ساتھ اپنا رابطہ قائم کریں اور تحریک مبارزہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ ہی میں رکھیں اور رہبری کے فرائض انجام دیتے رہیں۔ امام خمینی نے ناسازگار حالات اور درپیش مشکلات و مصائب کے باوجود اپنی مساعی جمیلہ کو جاری رکھتے ہوئے اس امر کی کوشش کی کہ ملت مسلم ایران اور انقلابی عوام سے اُن کا ربط و تعلق برقرار رہے اور وہ اُن کے اندر رُوحِ تازہ پھونکتے رہیں اور آئینی و علانیہ

طور پر مبارزہ کی پشت پناہی کرتے رہے اور ایران کی امت مسلمہ کو شاہی رژیم اور مستکبرین عالم (بڑی طاقتوں) کے خلاف جہاد و مبارزہ کے آئینی طور پر اور براہ راست اپنی جلاوطنی کے مقام سے رہبری و رہنمائی فرماتے رہے۔ اسی بناء پر امام خمینی نے ایران سے جلاوطن کئے جانے کے بعد ۲۷ فروردین ۱۳۴۶ (۵ محرم ۱۳۸۷ھ) کو اپنا پہلا اعلامیہ حوزۂ علمیہ سے خطاب کی شکل میں صادر فرمایا اور اس کے بعد ایک کھلا خط اس وقت کے وزیر اعظم امیر عباس ہویدا کو بھی بھیجا۔

امام خمینی نے اپنے خطاب اور حوزہ ہائے علمیہ کے اس اعلامیہ میں شاہی رژیم کی اسلام دشمنی کی سیاست اور ریشہ دوانیوں کا راز حوزہ ہائے علمیہ اور دینی و روحانی علماء مبارزین کے سامنے فاش کیا۔ اور اسی اعلامیہ میں اپنی روحانی و معنوی اولاد کو (شاگرد، مقلد، متبع وغیرہ) شاہی حکومت کے خاتمہ اور اسلامی حکومت کے قیام تک دعوت مبارزہ و جہاد بھی دی۔ اور وزیر اعظم کے نام کھلے خط میں اس امر سے ہشیار کیا کہ وہ اپنے ان اعمال و افعال کا محاسبہ کرے جو اس نے حاکمانہ قدرت و توانائی کے ساتھ خلاف

قانون وشرع کئے ہیں۔ اور اگر وہ ان خلافِ قانون وشریعت اعمال وافعال سے باز نہیں آیا تو ملتِ ایران کے غصہ وعتاب کا شکار ہوگا۔ امام خمینی کے اعلامیہ، کھلے خط کی عوام میں تقسیم سے ایران ایک نئی روشنی سے معمور ہوگیا اور انقلابی مسلمانوں کے جسم میں نئی روح دوڑ گئی اور اس طرح آپ تحریک انقلابِ اسلامی کے دوبارہ راہبر وراہ نما بن گئے۔ امام خمینی نے نجف (جائے جلاوطنی) سے ہی رہبری کی عظیم ذمہ داری کو قبول کیا۔ اور ایران وعالم اسلام پر پیش آمدہ حوادث کے تعلق سے مختلف موقعوں پر اپنے موقف کو اعلانات وبیانات کے ذریعے ظاہر فرمایا اور جہاد کے جاری رکھنے کی ہدایت فرماتے رہے۔ امام خمینی نہ صرف اندرونِ ایران مبارزہ کی رہنمائی فرماتے رہے بلکہ اپنی نمائشی آزادی سے استفادہ کرتے ہوئے ایران کے مظلوم عوام کے پیغام کو ساری دُنیا اور خصوصی طور پر اسلامی ممالک میں پہنچاتے رہے اور بیرونِ ملک مجاہدین ومبارزین کی صفوف کو بھی منظم ومرتب کرتے رہے اور اُنہیں شاہی رژیم کے مظالم کو پوری دُنیا پر آشکار کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ اس طرح نہضتِ اسلامی نے ساری دُنیا

کو اپنی گرفت میں لے لیا اور مظلومیت ملتِ ایران کی معمولی سی فریاد سب کے کانوں تک پہنچ گئی جو شاہ کی امریکی رژیم کو زمانہ بھر میں رسوا کرتی رہی ۔ امام خمینی تحریک مبارزہ و جہاد کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ حوزۂ علمیہ نجف کے ذمہ دار اور فرض شناس علماء کی تربیت کی طرف بھی متوجہ رہے اور ان کو اپنے شفا بخش خطبات، تقاریر اور بیانات کے ذریعے مستقبل کی اسلامی دُنیا کے لئے تیار کرتے رہے ، اور اسی تعلق سے آپ نے بہمن ماہ ۱۳۴۸ ء (ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ) کے پہلے بدھ کے دن " ولایت فقیہ " کے زیرِ عنوان مسجد شیخ انصاری میں حکومتِ اسلامی کی بحث کا آغاز فرمایا آپ نے پہلے اس عظیم انقلابی بحث کا حوزۂ علمیہ نجف میں آغاز کیا اور پھر انقلابی مسلمانوں کے مبارزہ جہاد کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور دلائلِ شرعی سے ثابت کیا کہ اسلامی حکومت کا سربراہ اور رہبر فقیہ ہی ہو سکتا ہے اور اس امر سے صرف اسلام شناس حضرات ہی بخوبی واقف و آگاہ ہیں کہ وہ ولایت اور حکومت پر بیک وقت فائز ہو سکتے ہیں ۔ اس بحث و موضوع کی نشاندہی نہضتِ اسلامی کی جہت گیری میں بہت بڑا

——— اقدام تھا اور اس طرح امام خمینی نے دوبارہ مستقبل کے دیگر افق کی نشاندہی فرمائی اور تمام انقلابیوں کو خواہ وہ ایران میں ہوں یا بیرون ایران، اسلامی حکومت کے قیام اور نظامِ ولایتِ فقیہ رائج کرنے کی دعوت دی۔ شاہی رژیم جو کہ امام خمینی اور ان کے متبعین و مقلدین سے انتہائی خوف زدہ تھی۔ روز بروز خود کو زیادہ سے زیادہ امریکہ کی گرفت میں دیئے جارہی تھی اور اہلِ مغرب کو طرح طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ امریکی طاقت و قوت کے بل بوتے پر شاہی تخت و تاج کی برقراری کا فائدہ اٹھارہی تھی۔ اور اسی سلسلے کی ایک کڑی شاہ کا امریکہ کا سفر تھا جس میں امریکی سرمایہ داروں کو ایران میں سرمایہ لگانے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ اس دورۂ امریکہ کے نتیجہ میں امریکی سرمایہ داروں کا جمِ غفیر اور سیلِ عظیم اُمنڈ پڑا اور حکومت کی بے دریغ حمایت کے ساتھ وہ ایرانی اقتصادیات پر قبضہ جمانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ لیکن ذمہ دار علمائے دین نے جو کشت زار اسلامی کے محافظ و نگہبان ہیں، مغربی سرمایہ داروں کے سیلابی ہجوم کے مقابل میں جو ایرانی اقتصادیات پر قبضہ جمانے اور اس کی اقتصادیات کو مغرب سے

وابستہ کرنے آیا تھا، زبردست استقامت و عزیمت کا اظہار کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی افشاگری اور مقابلہ کرنے میں مشغول و مصروف ہوگئے ، شاہ کی رژیم نے جو کہ اپنی بقا امریکی حمایت کے سایہ میں سمجھ رہی تھی اور ہر روز پہلے سے بھی زیادہ امریکہ سے وابستہ ہوتی جارہی تھی ، امریکی افواج و انتظامیہ کے زیر انصرام مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ مخالفین کے ساتھ شدت اور سختی سے پیش آئے ۔ اور ہر اس آواز کو حلق میں دبادے جو کہ ایران میں امریکی سرمایہ گزاری کے خلاف اٹھے ۔ آیت اللہ سید محمد رضا سعیدی ایک ذمہ دار عالم اور امام خمینی کے پیرو تھے ، جنھوں نے اپنی بیدارکن بلند آواز سے ایرانی اقتصادیات پر امریکی اور یہودی سرمایہ داروں کے نفوذ و اثر کے خلاف زبردست احتجاج کیا ۔ اور ایرانی عوام کو اس کے مہلک اثرات سے آگاہ و خبردار کیا ۔ اور تقاریر و اعلانات کے ذریعہ علمائے دین اور عوام کو رژیم کے خلاف مبارزہ کی دعوت دی ۔ شاہ کی رژیم اپنی تمام توانائی و طاقت کے ساتھ اپنے مخالفین کو کچلنے کے لئے تیار تھی ۔ اس نے فوری طور پر دانشوروں ، دینی عالموں اور انقلابی عوام کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو گرفتار

کرلیا۔ اور آیت اللہ سعیدی کو بھی گرفتار کرکے ایک تنگ و تاریک کوٹھری کے اندر قید تنہائی کی اذیت میں مبتلا کردیا۔ انتظامیہ نے اپنے ہر مخالف پر نظر رکھتے ہوئے آیت اللہ سعیدی کو ممکن حد تک سزائیں دیں۔ تاکہ ان کی مقاومت و مدافعت ختم ہوجائے۔ لیکن اس مردِ خدا نے ہر قسم کی سزاؤں کو جھیلا اور ایک لمحہ کے لئے بھی شاہی ستم گروں اور جباروں کے مقابلے سے پیچھے نہیں ہٹے۔ آپ جیل میں سزائیں برداشت کرتے ہوئے امام خمینی کی طرف سے دفاع کرتے رہے اور رژیم کی خیانت و جرم عظیم کی نشاندہی کرتے رہے اور یہ بھی فرماتے رہے کہ رژیم نے خود کو غیروں کے ہاتھ فروخت کردیا ہے۔ شاہی حکومت جو سخت ترین سزاؤں کے بعد بھی اس عالم ربانی کو خاموش نہ کرسکی تھی، اس نے آپ کو مرتبہ شہادت پر فائز کرنے کا تہیہ کرلیا۔ ساواک کے ظالم و گنہگار افراد نے ۲۰ خرداد ماہ ۴۹ کو جبکہ قزل قلعہ کے زندان خانہ کی بجلی کی ترسیل کو منقطع کردیا۔ اور آیت اللہ سعیدی کی تنگ و تاریک کوٹھری کی طرف یورش کردی کہ ایک آواز اس کوٹھری سے بلند ہوئی، اس وقت جیل میں ہر طرف سکوت و خاموشی طاری تھی۔ قیدیوں میں احساس تجسس و تفحص پیدا ہوا۔ اور وہ آیت اللہ

سعیدی مرحوم کی کوٹھری کے اندر جھانکنے لگے تو انھیں ایک انتہائی اور وحشت ناک منظر دکھائی دیا کہ سعیدی مرحوم کوٹھری کے ایک گوشہ میں بے ڈھب پڑے ہوئے ہیں اور آپ کی گردن آپ کے عمامے سے مضبوط طریقے سے کسی ہوئی ہے اس طرح ظالم وسفاک شاہ کی رژیم نے مبارزین ومجاہدین راہ خدا میں سے ایک بہترین عالم کو درجۂ شہادت پر فائز کر دیا تاکہ توسیع پسند شہنشاہیت اور یہودی سرمایہ لگانے والوں کے لئے راستہ ہموار ہو جائے اور انھیں مکمل امن واطمینان کے ساتھ مظلوم ومحروم عوام کی دولت وسرمایہ لوٹنے کی کھلی چھٹی مل جائے۔

امام خمینی نے آیت اللہ سعیدی کی شہادت کے بعد اپنے ایک اعلامیہ کے ذریعہ اس شہادت کی عظمت وجلالت کا اظہار فرمایا اور عوام کو ایران کے اندر خارجی سرمایہ کاروں کے خلاف قیام کی دعوت دی۔ اس طرح آیت اللہ سعیدی کے خون نے ایرانی مسلم عوام کی رگ رگ میں از سر نو مقابلہ ومبارزہ کی روح دوڑا دی، اور یہ مبارزہ مسلسل جاری رہا۔ اسی زمانے میں امام خمینی کی رہبری ورہنمائی میں انقلاب

اسلامی کی بالیدگی اور علماء وعوام کا شاہ کی طاغوتی رژیم سے دو بدو مقابلہ کے ساتھ ساتھ مسلم متفکرین اور دانشور حضرات نے اپنی تقاریر اور اپنے قلم کے ذریعہ اسلام کے اصلی خدوخال کو اُجاگر کرنا شروع کیا۔ اور عوام الناس کو حقیقی اسلام کے افکار و نظریات کی تلقین کی۔ کیونکہ اس طویل مدت میں وقت و زمانہ کے گرد وغبار، ظالم وجہول حکومتوں کے اقتدار اور استعمار گروں اور سامراجیوں کے غلبہ نے عوام الناس کی نظر میں حقیقی اسلام کے چہرہ کو دھندلا دیا تھا اور مسلم عوام تک صحیح اسلام کی تعلیمات نہیں پہنچ رہی تھیں۔ مسلم عوام بس اتنا ہی جانتے تھے کہ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، اور حج کرنا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے اور اس سے زیادہ نہ ان کی ذمے داری ہے اور نہ ان کے فرائض میں شامل ہے۔ اور سیاست وجمعیت سازی کو دین داری کے خلاف جانتے تھے، حالانکہ اسلام ایک مکمل دین ہے جو عالم بشریت کی نجات کے لئے آیا ہے اور یہ نجات اور فوز و فلاح اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نظام الٰہی اور ایک حکومت اسلامی قائم نہ ہو۔ اسی بناء پر اسلام وہ دین ہے جو بنی نوع انسان کی زندگی کے ابعاد

ثلاثہ پر محیط وساری ہے اور نوعِ انسانی کو انفرادی و اجتماعی حیثیت سے ذمہ دار اور جواب دہ قرار دیتا ہے اسلام دین مسؤلیت ہے وہ فرائض وحقوق مقرر کرتا ہے اور ہر مرد مسلمان ادائیگی فرائض وحقوق کا پابند ہے' جو اپنے عقیدہ کا مطیع و فرماں بردار ہے اور جو انسانی معاشرہ میں اقدار الٰہی کی ترویج وقیام کے لئے جہاد ومبارزہ سے دریغ نہیں کرتا اور حصُولِ مقاصد تک اپنی مساعئ جمیلہ کو جاری رکھتا ہے مسلم فرد وہی ہے جو مقاصد الٰہی کے حصُول میں ہر قسم کی سختیوں کو برداشت کرے اور اس راہ میں جان ومالؔ کے خرچ کرنے میں دریغ نہ کرے۔ اور راہِ خدا میں جانفشانی اور قربانئِ جان سے حاضر رہے۔ نہ جانے کتنے مومن افراد ایسے ہیں کہ جنہوں نے اقدارِ الٰہی کی حفاظت وپاسداری میں اپنی جانوں کا نذرانہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا ہے اور بہ طیبِ خاطر شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ہیں، تاکہ اسلام پر کسی قسم کی آنچ نہ آئے اور ہر خطرہ سے محفوظ رہے۔ اور اقدارِ الٰہی کا وجود انسانی معاشرہ میں باقی رہے گویا اسلام ظالموں اور ستمگروں سے جہاد ومبارزہ اور دنیا بھر کے محرومین و مستضعفین کی حمایت ودفاع کا نام

ہے۔ دین اسلام کی غرض و غایت اور اس کا مطلوب و مقصود ایک ایسے نظام کا قیام ہے کہ جس میں اقدارِ الٰہی کا کے مطابق عدالتِ اجتماعی، فضائلِ انسانی اور رشد و کمال کو بنیادی حیثیت حاصل ہو۔ اور لوگ اس حکومت کے سائے میں اپنے وجود کے ابعاد کی ترقی و بالیدگی کی طرف متوجہ ہوں اور انسانی کمالات کے درجاتِ عالیہ پر سرفراز ہوں۔

اسلامی مفکرین و دانشور حضرات تسلسلِ جہاد کے ساتھ بذریعۂ تقاریر و قلم متذکرہ بالا حقائق کو عوام کے سامنے پیش کرتے رہے اور حقیقی اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ روز بروز ایرانی معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کا نفوذ و اثر بڑھتا رہا۔ یہی وہ مفکرین اور دانشور تھے جنہوں نے اپنے قلم و بیان کے ذریعہ نہ صرف اسلامِ حقیقی کا تعارف کرایا، بلکہ وہ انتہائی جری و جفاکش سپاہی کی طرح مغربی و مشرقی تہذیب و تمدن کے وحشیانہ ہجوم کے مقابل سینہ سپر ہوگئے۔ اور اپنی اسلامی عقل و دانش اور بصارت و بصیرت پر بھروسہ و اعتماد رکھتے ہوئے مسلم ایران کو مشرقی و مغربی تہذیب و تمدن کے دام میں پھڑپھڑانے سے نجات دی بالخصوص اس تعلیم یافتہ نوجوان نسل کو نجات دلائی جو تہذیب

جدید کے دام میں گرفتار ہونے کا قصد رکھتی تھی ۔ ان حضرات نے ان کو آغوشِ اسلام میں کھینچ لیا ۔ ان مفکرین اور دانشوروں کے نقوش و اثرات اور اس کارِ عظیم کا تذکرہ جو انہوں نے اپنے خونِ دل سے سینچ کر انجام دیا ۔ اس کتابچہ کی گنجائش سے باہر ہے ۔ جو لوگ اس موضوع و مبحث سے باخبر ہونا چاہتے ہیں ، انہیں چاہیئے کہ وہ ان کتب کی طرف رجوع فرمائیں جو اس بارہ میں لکھی گئی ہیں ، ہم اس مقام پر ان عالی مقام مفکرین و دانشور حضرات میں سے دو اشخاص کے اسماءِ گرامی لے رہے ہیں ، تا کہ اُن کے اس عظیم کارنامہ کی یاد تازہ ہو سکے اور اسی ذریعہ سے اُن کی قدر و منزلت کا پتہ چل سکے اور حقِ قدرشناسی بھی ادا ہو سکے ۔ استاد شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہریؒ اور معلم شہید ڈاکٹر علی شریعتی حقیقت میں ان مفکرین و دانش ور ہستیوں میں سے تھے کہ جنھوں نے نہضت اسلامی کے دوران عوام کو حالات و مسائل سے باخبر رکھنے میں اہم ترین نقوش و اثرات چھوڑے ہیں ۔

ان دونوں جلیل القدر ہستیوں نے اپنی کتابوں ، اپنے مقالات اور اپنی تقاریر کے ذریعے عوام میں بالعموم اور تعلیم یافتہ نوجوانوں میں بالخصوص جنبش و حرکتِ عظیم پیدا کی ۔ اور

جامعات کے طلباء کی کثیر تعداد کو تحریک اسلامی میں شامل کیا۔ اور انھیں شاہی رژیم کے خلاف مبارزہ وجہاد کرنے کے لئے آمادہ و تیار کیا۔ اس فکری جہاد کا فروغ ۱۳۴۸ کے بعد ہوا۔ جبکہ طاغوتی رژیم کے خلاف مبارزہ وجہاد بھی اوج پر تھا۔

اس فکری اور عملی جہاد نے شاہی رژیم کے خلاف مبارزہ کو آگے بڑھانے میں بڑی مدد کی۔ اور روز بروز تحریک انقلاب اسلامی پھیلتی پھولتی چلی گئی۔ اور امام خمینی بھی نجف سے اپنے پیغامات و بیانات کے ذریعہ رہنمائی فرماتے رہے۔ آیت اللہ سعیدی کی جیل میں شہادت اور مجاہدین کی کثیر تعداد میں گرفتاری کے بعد مبارزہ میں مزید سرگرمی پیدا ہوگئی اور ہتھیاروں سے مسلح افراد رژیم کے مقابلے میں آگئے۔ شاہی رژیم نے فوج اور پولیس کی پوری طاقت و قوت سے مسلح گروہوں کو کچلنا شروع کر دیا۔ اور سنہ ۱۹۵۱ء میں مسلح گروہوں اور انقلابی مسلمانوں کی کثیر تعداد میں گرفتاری سے ایران کے گوشہ گوشہ میں گلوگیری و ناراضگی اور اضطراب و بیچینی کی لہر دوڑ گئی شاہی رژیم نے اسی سبھالنے ناراض عوام کی بڑھی

تعداد کو شہید کر دیا۔

امریکہ کی مطیع و منقاد رژیم کا خیال تھا کہ وہ انقلابی مسلمانوں کی شہادت سے انقلاب کی آواز کو خاموش کر سکتی ہے مگر اس کثیر تعداد کی ہلاکت کے باوجود نہ صرف یہ کہ جہاد رُک سکا بلکہ عوام میں حکومت و اقتدار کے خلاف ہزار گُنا نفرت و غصّہ میں اضافہ کا موجب ہوا۔ اور یہ غصہ و نفرت انقلابی عوام میں روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ شاہی رژیم جو اس بات سے بخوبی واقف تھی کہ علمائے دین ہی مبارزہ و جہاد میں شدت پیدا کرنے کا اصل سبب ہیں، اس نے ایک وحشیانہ اور اچانک حملے کے ذریعہ ان پیشوایانِ دین کو گرفتار اور انھیں سخت اور اذیت ناک سزاؤں میں مبتلا کیا۔ ان ہی بربریت و درندگی آمیز سزاؤں کے نتیجہ میں جناب آیت اللہ حسین غفاری ۷ دیماہ ۱۳۵۳ شمسی کو مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور ایک مرتبہ پھر شاہی رژیم کی دشمنی اور مخالفت دینی پیشوائی کے مقابلہ میں ظاہر ہوئی۔ آیت اللہ غفاری کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ امام خمینی کی رہبری و رہنمائی کا دفاع کرتے تھے۔ آیت اللہ غفاری نے امام خمینی کی راہ میں دفاع کرتے ہوئے اپنے خون کا نذرانہ

پیش کردیا تاکہ امام خمینی کی رہبری میں انقلاب اسلامی برابر کامیابی و کامرانی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے. شاہی رژیم کا خیال تھا کہ مبارزین و مجاہدین کی کثیر تعداد کو گرفتار، قیدی جلاوطن اور شہید کر کے وہ انقلاب برپا کرنے والوں کو روک سکے گی، لیکن ابھی وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھی اور میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی کہ ۱۵ خرداد کے خونین حادثہ کی سالگرہ آپہنچی اور تمام دشواریوں اور سختیوں کے باوجود ۱۵ خرداد ۱۳۵۴ھ کے دن علمائے دین اور قم کے شجاع و دلیر طلباء مدرسۂ فیضیہ میں جمع ہو گئے اور زبردست فلک شگاف نعروں کے ذریعہ ۱۵ خرداد کے شہداء کی آوازوں کو تازہ زندگی بخشی. شاہ کی امریکی حکومت اپنے تمام بربریت اور مظالم کے بعد بھی اس کے قیام و اجتماع کو برداشت نہ کر سکی اور مسلح افواج کے ذریعہ مدرسۂ فیضیہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مدرسۂ فیضیہ پر یہ تیسرا حملہ تھا جو کیا گیا جس میں رژیم کے کرائے کے ٹٹوؤں نے مظلوم مجتہدین و طلباء پر انتہائی تشدد کیا۔ اور بہت بڑی تعداد کو گرفتار کر کے جیل میں ٹھونس دیا۔ ۱۵ خرداد ۱۳۵۴ھ کا جرأت و شجاعت پیدا کرنے والا یہ قیام و اجتماع درحقیقت سکوت و خاموشی میں ایک

آواز اور ظلم وستم کی تاریکی میں ایک روشنی تھا جو یہ ظاہر کر رہا تھا کہ انقلابی کسی طرح بھی اپنے بلند و بالا مقاصد کے حصول سے باز نہیں آئیں گے۔ قم میں ۱۵ خرداد کی سالگرہ منائے جانے کو جس طور سے درہم و برہم کیا گیا، اس سے بظاہر مبارزہ میں خاموشی چھا گئی تھی۔ اور رژیم جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس نے تمام امور پر اچھی طرح کنٹرول کر لیا ہے ایک فرمائشی جماعت کی بنیاد رکھ کر ایک جماعتی نظام کا ملک میں اعلان کر دیا جو نہایت ہنگامہ و قیامت برپا کرنے والا تھا۔ اور تمام افراد کو اس جماعت کا رکن بننے پر مجبور کیا اور اگر کوئی شخص اس جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا تو وہ ساواک کی عقوبت اور سزاؤں کا نشانہ بنتا تھا۔ امام خمینی نے نجف سے اس جماعت کا رکن بننے کو حرام قرار دینے کا اعلان فرمایا اور مبارزین و مجاہدین کو اس جماعت کے خلاف صف آرا ہونے اور استقامت و عزیمت کے اظہار کی دعوت دی۔ اور یہ امر دوبارہ انقلابی جدوجہد کے اندر جنبش و تحریک پیدا کرنے کا سبب بنا۔

ڈاکٹر علی شریعتی کہ جن کا نوجوان نسل کی بیداری اور انقلابی حضرات کی تعلیم و تربیت میں زبردست ہاتھ تھا اور

جنھوں نے اس سلسلہ میں قید و بند کی تکالیف و سختیاں برداشت کیں اور انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ لندن چلے گئے تھے ۲۹ خرداد ماہ ۵۶ء کو انھیں خفیہ طور پر شہید کر دیا گیا اس خبر سے ظالم شاہ کی حکومت کے خلاف نفرت و عداوت کی ایک نئی لہر اٹھ کھڑی ہوئی اور انقلاب اسلامی میں جدید حرکت کا سبب بنی اور ہر محفل، ہر مجلس میں ڈاکٹر علی شریعتی کی شہادت کا تذکرہ تھا اور ان مجالس و محافل میں ان کے اس اعلیٰ مقام و مرتبہ کا تذکرہ کیا گیا۔ جو وہ رژیم کے خلاف رکھتے تھے۔

ڈاکٹر شریعتی کی شہادت کے بعد ہی ایک زبردست حادثہ وقوع پذیر ہوا کہ جس نے ایران کے اندر ہلچل مچا دی۔ آیت اللہ الحاج آقا مصطفیٰ خمینی ۳۰ آبان ۱۳۵۶ کو بغیر کسی بیماری کے انتہائی خفیہ طور پر نجف میں انتقال فرما گئے۔ اس خبر نے ایک مرتبہ پھر عوام کے قہر و غضب کو مزید برانگیختہ کر دیا اور وہ نجف میں آیت اللہ خمینی کے فرزند دلپذیر آیت اللہ الحاج آقائے مصطفیٰ خمینی کی خبر شہادت تھی بالآخر ساواک کے ہاتھوں فرزندانِ اسلام کے ایک بہترین فرد کا خون بہا دیا گیا۔ امام خمینی کے فرزند کی خبر شہادت نے ایران کے اندر ایک طوفان

دہیجان برپا کر دیا اور عوام نے آپ کے سوگ میں برپا مجالس میں ازسرِ نو امام خمینی سے کئے ہوئے عہد و پیمان کی تجدید کر کے اپنی وفاداری کا اعلان فرمایا۔ شاہی رژیم جو چند سال سے اس امر کی کوشاں تھی کہ عوام امام خمینی کا نام تک نہ لیں اور انہیں فراموش کر دیں۔ یہاں تک کہ رسالۂ امام خمینی کو ضبط کر لیا گیا تھا اور رسالہ کے رکھنے والوں کو مختلف سزاؤں کا مستحق قرار دیا گیا عوام کے اس پرخلوص اظہار وفاداری سے، اس کے سر پر ایک زبردست آہنی ضرب لگی۔

ایران کے گوشہ گوشہ میں امام خمینی کے فرزند کی یاد میں مجالس برپا کی گئیں اور جلسے کئے گئے اور ان اجتماعات میں مقررین نے رژیم کے مظالم کی تشہیر کی اور عوام کو مبارزہ اور استقامت و عزیمت کی دعوت دی امام خمینی نے الحاج آقا مصطفیٰ خمینی کی شہادت کے بعد ان کے سوگ میں جو تقریر فرمائی تھی۔ اس کی آواز جب ایران پہنچی تو انقلاب کے حامیوں نے اس پیغام کو دُور دُور تک پہنچایا۔ اور اس تقریر کی کاپیاں، اور کیسٹ عوام میں تقسیم کئے گئے اس تقریر کو سُن کر عوام میں نئی روح اور تحریک پیدا ہو گئی۔ اور اس نے ان کو کامیابی کی

نوید بھی سنائی۔ شاہ کی رژیم جو امام خمینی کی مقبولیت اور تجلیل و تکریم کے باعث انتہائی خوف و ہراس اور غصہ میں مبتلا تھی اس کے سدِ باب کے لئے اس امر کے درپے ہوئی کہ اخبارات و روزناموں میں امام خمینی کی شخصیت کو عوام میں مجروح کرنے کے لئے بے ہودہ اور لچر مضامین چھاپے جائیں اور ان کے ملکوتی چہرہ کو داغدار بنایا جائے ۔ اس لائحہِ عمل کے ساتھ ۱۷ دیماہ ۵۶ء کو ساواک کے توسط سے ایک مقالہ روزنامہ اطلاعات میں چھپا جس میں امام خمینی کی توہین و تذلیل کی گئی اور ان سے ناروا اور نامناسب باتوں کو منسوب کیا گیا۔

یہ مقالہ مذہبی و غیر مذہبی دونوں حلقوں میں ایک بم کی طرح پھٹا اور ان کے اندر مزید تحریک عمل اور جوش غضب پیدا کرنے کا باعث بنا۔ قم کے علماء و طلباء میں اضطراب بے چینی پیدا ہوئی اور وہ سب سے پہلے ان علماء کا سُراغ لگانے کے لئے چلے جو اس مقالے کی تحریر کا باعث تھے اور ان کو شاہی رژیم کے خلاف دعوتِ مناظرہ دی ۔ ۱۹ دیماہ ۵۶ سنہ کو ان علمائے دین اور طلباء کو بغیر کسی شورش و ہنگامہ کے مسلح فوجیوں کے بے رحمانہ حملہ کا نشانہ بننا پڑا اور ان کی کثیر تعداد

کو خاک و خون غلطاں کر دیا گیا۔ شاہی رژیم کے کرایہ کے ٹٹوؤں کے اس وحشیانہ حملہ کی خبر نے پورے ایران کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ہر جگہ سے علماء و عوام کی مخالفت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ امام خمینی نے اس موقع پر پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ شہدائے مظلوم کی یاد میں مجالس کی جائیں۔ اور اس واقعہ کو زندہ رکھیں۔ اور یہ امام خمینی کے اعلامیہ کا نتیجہ تھا کہ شہدائے قم کے چہلم پر ایران کے بہت سے شہروں میں رسومات تعزیت ادا کرنے کے لئے جلسے اور اجتماعات منعقد ہوئے۔ تبریز میں تو یہ تعزیت کا اجتماع عظیم مظاہروں میں تبدیل ہو گیا، اور یہ تاریخ تھی ۲۹ بہمن ۵۶ شنسہ کی۔ جب شاہی رژیم تبریز کے غصہ میں بپھرے ہوئے عوام کے زبردست مظاہروں کو روکنے کے لئے اپنی انتظامیہ کی پوری طاقت کے ساتھ مقابل آجاتی ہے اور تبریزی عوام کو خاک و خون میں لت پت کر کے بہت بڑی تعداد کو شہید کر دیتی ہے شہدائے تبریز کا خون ایران کے ہر مسلمان کی رگ رگ میں دوڑنے لگا اور شہدائے تبریز کے چہلم کے موقع پر ایران کے تمام شہروں میں ہلچل مچ گئی۔ ۹ فروردین ۵۷ شنسہ کو ایران کے گوشے گوشے میں شہداء کا سوگ منایا گیا۔ اور عوام نے ان کی یاد اور سوگ میں منعقدہ مجالس و اجتماعات میں شرکت کے بعد شاہی رژیم کے

خلاف مظاہرے کئے ۔ اور بہت سے شہروں مثلاً تبریز و
اصفہان اور جہرم وغیرہ میں شاہ کی پولیس اور فوج نے عوام پر
یورش و یلغار کر دی ۔ اور کافی تعداد کو گولیوں سے چھلنی کر دیا ۔
حضرت امام خمینی ہر واقعہ کی مناسبت سے اپنا پیغام دیتے
رہے اور عوام کی رہبری و رہنمائی فرماتے رہے ۔ آپ کے پیغام
کی کثرتِ اشاعت و تقسیم عوام کے لئے چراغِ ہدایت ثابت ہوتی
تھی اور ان کو رژیم کے خلاف مبارزہ کے لئے قوی و آمادہ کرتی
تھی ۔ امام خمینی نے ۱۵ خرداد ۵۶ش کی آمد پر نجف میں تقریر
کرتے ہوئے فرمایا کہ اہلِ ایران ۱۵ خرداد کے شہداء کی عظمت و
جلالت کے پس منظر میں ہڑتال اور مظاہرے کریں، جس وقت
امام خمینی کا یہ پیغام ایران پہنچا تو تین دن ہی کے اندر اس
پیغام کی کاپیاں ہزاروں کی تعداد میں نقل طبع کرا کے عوام تک
پہنچائی گئیں ۔ اور ہر گلی ہر کوچہ اور ہر محلہ کے باشندوں تک
یہ پیغام پہنچ گیا اور عوام نے امام خمینی کی اس دعوت پر لبیک کہا۔
۱۵ خرداد کو عمومی ہڑتال ہوئی اور شہداء کی یاد میں جلسے منعقد
کئے گئے اور ذلیل و رسوا رژیم کے چہرہ کو اور بھی رسوا کیا گیا ۔
عوام کا مبارزہ رژیم سے روز بروز بڑھتا ہی جارہا تھا یہاں تک کہ ایک اور

نئے مرحلے میں داخل ہوا۔ ۱۳۵۷ء کے ماہ رمضان تک ایران کی مساجد میں ایک نیا جوش و خروش مجمع کی کثرت اور اژدھام کی بنا پر پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب یہ مساجد شاہی رژیم کے خلاف مخالفت و مبارزت کا مرکز بن گئی تھیں۔ ماہ رمضان کے پورے عرصہ میں مختلف شہروں میں عوام اور رژیم کی انتظامیہ کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ گرفتاریوں اور پکڑ دھکڑ کا عمل جاری رہا۔ اور کافی تعداد میں لوگ مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ عید الفطر کے دن (۱۳ شہریور ۱۳۵۷ شمسی) تہران کے عوام نے نماز عید پڑھتے ہی قیطریہ تہران میں مظاہرے شروع کر دیئے اور شمالی تہران سے بپھرے ہوئے عوام کا سیلاب شہر کے مرکزی علاقہ کی طرف چل پڑا۔ اور شاہی رژیم کے خلاف لاکھوں انسانوں نے زبردست مظاہرے کئے اور "مرگ بر شاہ" کے فلک شگاف نعروں کے ذریعہ شاہ کی حکومت کی سرنگونی کو اپنا شعار بنا کر امام خمینی کی رہبری و رہنمائی میں اسلامی حکومت کے قیام کے خواہشمند ہوئے یہ عظیم مظاہرے درحقیقت ان ایرانی عوام کی بہادری اور جواں مردی کی قدرت و قوت کی نمائش تھی جو رژیم کے انتہائی مظالم سے تنگ آ چکے تھے اور استقلال و

آزادی کے درجہ و مرتبہ کے برابر حکومتِ اسلامی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ "آزادی، استقلال، حکومتِ اسلامی" اور "نہ شرقی نہ غربی، حکومتِ اسلامی" کے نعرے ہر طرف ایران کی فضا میں گونج رہے تھے۔ مظاہرین کا یہ جمِ غفیر جب میدان شہیاد پر پہنچا تو پہلے اس کا نام بدل کر "میدان آزادی" رکھا۔ اور پھر ایک جاری کردہ بیان کے ذریعہ مظاہرین کے مطالبات کا اعلان کر کے اس دن کے مظاہروں کو ختم کر دیا۔ اور عوام کے دوسرے مظاہروں کیلئے ان کو اگلے دن یعنی ۱۶ ر شہریور ۵۷ء کو پھر بلایا۔ ۱۶ ر شہریور کی صبح کا آغاز پورے ایران میں انتہائی ہنگامہ خیزی اور جوش و خروش کے ساتھ ہوا۔ اور تہران کی تو ہر گلی اور ہر کوچہ کے عوام کا رُخ اس شاہراہ کی طرف تھا جو اس کے مرکزی حصہ میں مظاہروں کا اصلی مقام تھا، عوام کا یہ سیلِ عظیم بپھرے ہوئے دریا کی طرح رواں دواں تھا۔ تاکہ ظالم و جابر شاہی رژیم کو نیست و نابود کر دے عوام لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو گئے تھے اور اپنے مکّوں کے ذریعہ شاہ کی حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کر رہے تھے اور اس کی حکومت کو غیر قانونی اور زبردستی ٹھونپی ہوئی سلطنت ٹھہرا رہے تھے، شاہی رژیم اس عمومی

مخالفت سے انتہائی متعجب و وحشت زدہ تھی۔ اس کے اربابِ اختیار و اقتدار کی نگاہیں امریکہ کی طرف دیکھ رہی تھیں اور اس سے مدد کی طالب تھیں۔ شہریور کی سترہ تاریخ تھی کہ جس کی صبح سویرے تہران کے عوام رژیم کی مخالفت میں مظاہرہ کرنے کے لئے میدانِ ژالہ میں جمع ہو گئے تھے۔ لیکن حکومت نے تہران اور دوسرے گیارہ شہروں میں مارشل لا لگا دیا اور انقلابی عوام سے منتشر اور پراگندہ ہونے کے لئے کہا۔ عوام منتشر تو نہ ہوئے بلکہ بطور احتجاج دھرنا دے کر بیٹھ گئے کہ اچانک ان نہتے لوگوں پر فوجیوں نے حملہ کر دیا۔ اور بے دریغ گولیاں و بم برسائے گئے جس سے ہزاروں بے گناہ اور نہتے افراد خاک و خون میں تڑپنے لگے۔ بلکہ کافی تعداد مسلمان خواتین کی بھی تھی کہ جو اسلام کی خاطر میدانِ مبارزہ میں خم ٹھونک کر مقابل آگئی تھیں، انقلابی عوام کے بے دریغ قتل و خون اور مارشل لاء کے جاری رہنے کی وجہ سے مبارزہ میں ایک نیا خلا اور بُعد پیدا ہوا تو انقلابی عوام نے عام ہڑتالوں اور کارخانوں میں کام نہ کرکے اور اُجرت و تنخواہ کی زیادتی کا مطالبہ کرکے مبارزہ کے لئے ایک نئی راہ نکالی، تمام بازار دکانیں اور سرکاری دفاتر ہڑتال کی وجہ سے بند ہو گئے۔

اور مملک کا اقتصادی ڈھانچہ بگڑ کر رہ گیا اور مملک کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی چلی گئی ۔

خستہ و عاجز شاہ نے عوام کے حزن و ملال اور غم و غصہ کو، فرو کرنے کے لئے وزارت میں ردّ و بدل کی۔ لیکن یہ تبدیلی بھی سودمند نہ ہو سکی اور نہ عوام پر اثر انداز ہو سکی - دوسری طرف سربراہانِ ممالک غربی نے اقتصادی و معاشی حالات کو درست کرنے اور شاہ کے اطمینان و آسودگیٔ خاطر کے لئے حمایت و ہمدردی کے پیغامات مبارزین کی مخالفت میں شاہ کو بھیجے اور سب کے سب ایک ہم آہنگی کے ساتھ شاہ کو اس مخمصہ سے نجات دلانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ۔

نہضتِ اسلامی کے اس مبارزہ میں امام خمینی کی رہبری و رہنمائی ان سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی، اسی خیال سے شاہ کی رژیم نے مغربی ممالک کی حمایت و ساطت سے اس امر کا تہیہ کیا کہ وہ امام خمینی پر زور و طاقت کو آزمائے اور ان کو نظر بند و محدود کر کے ان کے عوامی رابطے کو منقطع کر دے ۔ اسی لئے شاہی رژیم عراق کی بعثی حکومت سے مذاکرات کے لئے عراق پہنچ گئی اور اس نے بعثی حکومت سے درخواست

کی کردہ امام خمینی کی سیاسی فعالیت کو موقوف کردے ان مذاکرات کے بعد ہی ۲ مہر ماہ ۵۷ء کو عراقی حکومت کی افواج نے نجف میں امام خمینی کے گھر کا محاصرہ کرلیا، اور آپ کی آمدورفت اور ملنے جُلنے پر پابندی لگادی۔ عراقی حکومت کی اس روش پر امام خمینی کو اعتراض ہوا اور جس وقت اس کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا کہ وہ اسی صورت میں عراق میں قیام پذیر رہ سکتے ہیں جبکہ وہ ایرانی شہنشاہیت کے خلاف اپنی سیاسی مساعی سے دستبردار نہ ہوجائیں۔ تو پھر آپ نے عراق چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اور ۱۰ مہر ماہ ۵۷ء کو آپ نجف سے کویت کی طرف عازم سفر ہوئے۔ لیکن سرزمین کویت کے حکمرانوں نے آپ کے داخلہ پر پابندی عائد کردی اس طرح مجبوراً امام خمینی پھر عراق واپس آگئے اور آخرکار آپ نے یہ طے فرمایا کہ وقتی طور پر فرانس چلے جائیں۔ ۱۳ مہر ماہ ۵۷ء کو امام خمینی عراق سے ہجرت کرکے پیرس پہنچ گئے۔ آپ کی پیرس میں آمد نے ایرانی عوام کو نہضت اسلامی کی پیش رفت کے لئے ایک نئی جہت اور سمت بخشی کیونکہ امام خمینی نے دُنیا بھر کے اخباری نمائندوں کی مختلف کانفرنسوں میں اپنے مقاصد و مطالب کو

انتہائی شرح وبسط کے ساتھ پیش فرمایا اور شاہی رژیم کے مظالم سے دنیا بھر کے عوام کو مطلع فرمایا۔ نتیجہ میں نہضتِ اسلامی کی صدا دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچ گئی۔ امام خمینی کے پیرس پہنچنے اور قائد وعوام کے باہمی رابطہ وتعلق کی برقراری کی بنا پر مبارزہ میں مزید تیزی پیدا ہوئی اور ایران کے گوشہ گوشہ میں زبردست مظاہرے شروع ہوگئے۔ شاہی رژیم اب پورے طور پر پریشان ہو چکی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ عوام کے ساتھ کس انداز میں زور آزمائی کرے۔ مجبوراً بعض مواقع پر اس نے چشم پوشی اور خاموشی سے کام لیا۔ اور بعض مواقع پر وحشیانہ حملے کے ذریعے اسلامی انقلاب کے بہی خواہوں کو موت کی نیند سلادیا۔

انقلاب اسلامی
کامیابی کے نزدیک

مختصر یہ کہ ۳۰ آبان ماہ ۵۷ء کو شاہ کی انتظامیہ حرم مطہر امام رضا علیہ السلام پر وحشیانہ طریقے سے حملہ آور ہوئی اور بہت سے مظلوم و نہتے افراد کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور روضۂ مبارک میں ہر طرف خون ہی خون بہتا ہوا نظر آیا۔ اس واقعۂ فاجعہ کے بعد تو پورے ایران میں رژیم کے خلاف نفرت و عداوت کی زبردست لہر اٹھی اور عوام نے کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ وہ شاہی رژیم کے سقوط کے خواہش مند ہیں اور ایک اسلامی حکومت کے قیام کے خواہاں ہیں۔

مجرم امریکہ کے سہارے پر جینے والے اربابِ شاہی دیکھ رہے تھے کہ ملتِ ایران متحدہ طور پر اپنے مطالبات پر قائم ہے اور یہ کہ وہ اپنی منفعت اور فلاح و بہبود کے تحفظ میں ناکام ہو چکے ہیں۔

اور جو ہر روز اس امر کے درپے تھے کہ کسی نہ کسی طریقے سے عوام کے ثبات قدم میں لغزش پیدا کر دیں یا ان کے جوش و جذبہ کو ٹھنڈا کر دیں۔ آخر کار جنرل ہایزر کو ایرانی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے مقصد کے حصول کیلئے ظاہری طور پر ایک ملی حکومت کے قیام اور شاہ کے بیرون ایران چلے جانے سے عوام کو فریب دے سکے۔ اس پس منظر کے ساتھ شاہ پور بختیار کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اور امریکی جنرل کے حکم سے شاہ نے بھی ۲۶ ر دی ماہ ۵۷ش کو ایران چھوڑ دیا۔ حالانکہ شاہ کا یہ فرار درحقیقت انقلابی عوام کے غم و غصہ کی بنا پر تھا۔

امریکی جنرل کے حکم سے شاہ کے فرار ہوتے ہی امام خمینی نے پیرس میں اعلان کر دیا کہ وہ جلد از جلد ایران پہنچنے والے ہیں۔ عوام نے پھر ایک مرتبہ متحد ہو کر بختیار کی وزارت کے خلاف مظاہروں اور ہڑتالوں کا آغاز کر دیا۔ اور امام خمینی کی ۵ ر بہمن کو آمد کی اطلاع پا کر اطراف و اکناف ایران سے عوام الناس کا ایک جم غفیر تہران میں جمع ہو گیا تاکہ بہ نفس نفیس اپنے قائد و رہبر کا شایان شان استقبال کر سکیں۔ عوام کے اس سیل عظیم نے تو تہران کی شکل و صورت ہی بدل دی تھی منتظر عوام اپنے

رہبر کی آمد کا ایک ایک پل گن رہے تھے کہ اچانک شاہ پور بختیار کی امریکی حکومت نے اعلان کیا کہ مہرآباد کا ایئرپورٹ بیرونی پروازوں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ جس سے عوام میں غصہ و نفرت کا شدید جذبہ پیدا ہوا اور جمعہ ۵ بہمن کو عوام اور مسلح انتظامیہ میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ جوش و ہیجان میں آئے ہوئے عوام نے مہرآباد ایئرپورٹ کی طرف مارچ کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ ایئرپورٹ کو بیرونی پروازوں کے لئے کھول سکیں۔ لیکن مبارزہ کے دینی و روحانی پیشواؤں نے ان کو صبر و تحمل سے کام لینے کی فرمائش کی۔ اور ۷ بہمن کو خود ان کا اجتماع تہران یونیورسٹی کی مسجد میں منعقد ہوا۔ جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ اگر ایئرپورٹ امام خمینی کی آمد کے لئے نہیں کھولا گیا۔ تو اس کی تمام تر ذمہ داری شاہ پور بختیار کی شکست خوردہ حکومت پر ہوگی اور وہی جواب دہ ہوگی۔

امریکہ جو مکمل طور پر عاجز آچکا تھا اور جو اپنے سیاسی و اقتصادی منافع کی حفاظت کو ہر چیز پر ترجیح دیتا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایرانی عوام کی اس شورش پر کس طرح قابو پائے۔ مجبوراً ایئرپورٹ کو کھولنے کا حکم دینا پڑا، اور ایئرپورٹ کے کھلتے ہی عوام اپنے قائد و رہبر کے استقبال کیلئے تیار ہوگئے۔

امام خمینی ۱۵ رسال کی جلا وطنی کے بعد ۱۲ ربہمن کو ایران پہنچے۔ اور لاکھوں افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ جو ایرانی تاریخ کا اہم ترین اور یادگار دن تھا۔ امام خمینی ایئرپورٹ سے براہ راست نخلستان شہدا، پہنچے اور اس مجمع کثیر کے سامنے ہیجان آمیز اور طوفان انگیز تقریر کی۔ اور جس میں فرمایا کہ اب ہم ملت ایران کے حمایت و مشورہ سے وزارت قائم کریں گے۔

اس عزم راسخ کے پس پردہ ۱۷ ربہمن کو امام خمینی نے ایک عارضی و ہنگامی وزارت کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اور عوام سے اس حکومت کی فرماں برداری کی درخواست کی۔

اس ہنگامہ و پرآشوب موقع پر بھی شاہی رژیم کی مارشل لار، انتظامیہ اس فکر میں مبتلا تھی کہ کسی نہ کسی طرح امریکی حکومت کی منظور نظر بختیار کی وزارت کا تحفظ کیا جائے، مگر انتظامی مشنری کی بڑی تعداد نے انقلاب سے ہم آہنگی پیدا کر لی تھی۔ ۱۹ ربہمن کو ہوائی افواج کے چند افسران بھی امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلان وفا داری کیا۔ اس حمایت اور وفاداری کے نتیجہ میں انقلاب اسلامی کی ہوائی افواج کے دیگر کارکنوں اور پیشہ ور افراد پر ۲۰ ربہمن کو شہنشاہی محافظ دستہ نے ہوائی افواج کے محافظوں

کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور آتشِ جنگ بھڑک اٹھی، انقلابی عوام
اس خبر کے سُنتے ہی فوج کے افراد کی مدد کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔
دستوری و قانونی حکمران جو اپنی حکومت کو تقریباً ختم ہوتے ہوئے
دیکھ رہے تھے، مارشل لاء کے اجراء پر مجبور ہو گئے۔ اور عوام
کو متنبہ کیا کہ وہ ۴ بجے ظہر کے بعد اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں
ان حکام کا پختہ ارادہ تھا کہ انقلاب خواہوں کا قلع قمع کر دیں،
لیکن امام خمینی نے اپنے اعلامیہ کے ذریعہ عوام کو گلی کوچوں
میں رہنے کو کہا اور رژیم کی وفادار انتظامیہ کی مسلح افواج کے
بالمقابل ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ مدافعت و مقاومت
کرنے کی درخواست کی عوام اور افواج شاہی میں گذشتہ شب
ہی سے لڑائی اور مار دھاڑ شروع ہو چکی تھی۔ امام خمینی کے
اس اعلان سے تہران کے گوشے گوشے میں ہنگامے شروع ہو گئے
اور غضب ناک عوام حکومت کے محافظ دستوں کو یکے بعد دیگرے
مغلوب کرتے رہے۔ اور انتظامیہ اور ساواک کے تنخواہ دار مجرم
افسران کو گرفتار و مقید کرتے رہے جنھوں نے عوام کے قتل عام
میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

اس طرح امریکہ کی نمک خوار و اطاعت گذار شاہی رژیم

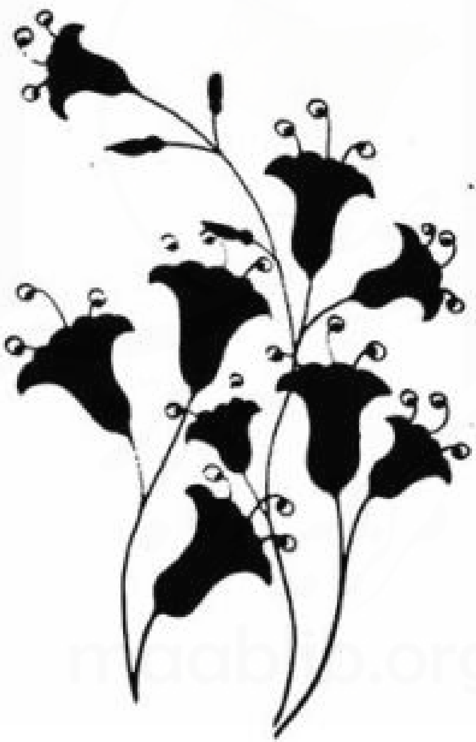
کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے جو از سرتاپا فساد ہی فساد تھی ۔ اور ۲۲ر بہمن ۵۷ء کو ایران کا اسلامی انقلاب امام خمینی کی رہبری ورہنمائی میں کامیاب و کامران ہوتا ہے اور ایرانی عوام سالہا سال کی جدوجہد، ایثار اور لاکھوں شہیدوں کی قربانی کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں اور آزادی و استقلال سے ہم آغوش ہوتے ہیں۔ امام خمینی خستگی ناپذیر رہبر تھے۔ انقلاب اسلامی کی کامیابی کے ساتھ پندرہ سال کی جلاوطنی کے بعد ۔ ا؍ اسفند کو قم واپس آئے ۔ ایک وہ دن تھا کہ جب آپ کو اسی مقام سے چوری چھپے گرفتار کر کے جلاوطن کیا گیا تھا ۔ اور اس مرتبہ آپ مکمل طور پر مظفر و کامیاب واپس تشریف لائے ۔ اور اب قم وہ شہر تھا کہ جو امام خمینی کی پندرہ سالہ جلاوطنی کے دوران مستقل جدوجہد اور ثابت قدمی کے ساتھ عظیم و بزرگ رہبر کے متعین کردہ لائحہ عمل پر گامزن رہا تھا ۔ اور ہزاروں شہیدوں کی قربانی پیش کرنے کے بعد انقلاب اسلامی کا آستانہ دگڑھ بن چکا تھا ۔ امام خمینی پہلے مرکز و آستانۂ انقلاب مدرسۂ فیضیہ پہنچے اور انقلاب اسلامی کے مجاہدین و مردانِ جری کی جلالت و عظمت اور قدرشناسی کے اعتراف میں قم میں

سکونت اختیار کی۔

۱۱ فروردین ۵۸ شمسی کو ایران میں فوری طور پر انتخابات منعقد ہوئے۔ تاکہ عوام اپنی حسب منشاء و مرضی دستور و نظام کے لئے اظہار رائے کر سکیں۔ اور یہ وہ یادگار دن تھا کہ جس میں ۹۸٫۲ فی صد عوام نے ایران کے لئے اسلامی جمہوریت کے نظام کو منتخب کیا۔ اور اس کا اعلان کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد جمہوریہ اسلامی ایران کے دستور و قانونِ اساسی کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا اور جسے ملتِ ایران کی اکثریت نے منظور کیا۔

انقلابِ اسلامی کی کامیابی کے واقعات و حادثات اور امام خمینی کی قیادت و رہبری کے عنوانات پر اظہارِ خیال کے لئے ایک مفصل اور جامع کتاب کی ضرورت ہے۔ جس کی گنجائش اس کتابچہ میں نہیں ہے۔ بس اسی پر اکتفا کیا جا سکتا ہے کہ مشرق و مغرب کی استعماری و استکباری طاقتوں نے انقلابِ اسلامی کی راہ میں جو رکاوٹیں اور دشواریاں پیدا کیں وہ انقلاب کو نیست و نابود کرنے کے لئے کافی تھیں مگر خداوند عالم کی غیبی امداد، امام خمینی کی رہنمائی اور اہلِ ایران کی ہوشیاری و زیرکی نے ان تمام ناہمواریوں اور رکاوٹوں کو دُور کر دیا۔

اور روز بروز انقلاب اسلامی پھلتا پھولتا رہا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کے قیام تک یہ انقلاب دائم و باقی رہے گا۔



مطبوعات ادارہ احیاء تراث اسلامی

۱۔ ہاں دوست ایسا ہی تھا	ڈاکٹر علی شریعتی	۸/- روپیہ
۲۔ مستقبل کی تاریخ پر ایک نظر	ڈاکٹر علی شریعتی	۶/۰ روپیہ
۳۔ فاطمہ، فاطمہ ہے	ڈاکٹر علی شریعتی	۳۰/- روپیہ
۴۔ چہار زندان انسان	ڈاکٹر علی شریعتی	۱۰/- روپیہ
۵۔ مسلمان عورت اور دورِ حاضر کے تقاضے	ڈاکٹر علی شریعتی	۱۰/- روپیہ
۶۔ ہم اپنے نجات دہندہ کے انتظار میں	ڈاکٹر علی شریعتی	زیرِ طبع
۷۔ اسلام اور وقت کے تقاضے	استاد شہید مرتضیٰ مطہری	۵۰/- روپیہ
۸۔ حضرت امام جعفر صادقؑ اور مکتب تشیع	حجۃ الاسلام عتیقی بخشائشی	۳۰/- روپیہ
۹۔ حضرت امام حسنؑ ان کے عہد کا سیاسی و ثقافتی تجزیہ	نیر زیدی	۳۰/- روپیہ
۱۰۔ تحریفات واقعہ عاشورا	استاد شہید مرتضیٰ مطہری	۳۰/- روپیہ
۱۱۔ امکانِ اسلام کی زمانہ حال میں توجیہات	شہنشاہ جعفری۔ ایڈوکیٹ	۶/- روپیہ
۱۲۔ حیات امام خمینی	مرتبہ رجب علی مرزوعی	۱۵/- روپیہ
۱۳۔ توبہ	آیت اللہ دستغیب	۱۰/- روپیہ
۱۴۔ تفسیر المیزان (آیات روزہ و دعا)	علامہ سید محمد طباطبائی	۱۰/- روپیہ
۱۵۔ جہاد اکبر	امام خمینی	۱۰/- روپیہ
۱۶۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر	آیت اللہ مشکینی	۱۰/- روپیہ
۱۷۔ شیعہ	علامہ سید محمد طباطبائی	۳۵/- روپیہ
۱۸۔ واقعہ کربلا تاریخی تجزیہ کی روشنی میں	سید محمد تقی	زیرِ طبع

ناشر: فون ۲۳۹۲۳
احمد پبلشرز و بک سیلرز، ہاشمی منزل، نزد بیپل پورٹ
۲۱۰/۱۱، فیصل ہال ایریا، کراچی ۳۰